نمرہ احمد

حالم

"دیکھ تو میں رہی ہوں۔" اس نے ناخوشی سے باری باری دونوں کو دیکھا۔ "بہت سے لوگوں نے نئے دوست بنا لیے ہیں۔"

"لگتا ہے کوئی جل رہا ہے' ایڈم۔" داتن نے مسکراہٹ دبا کے کہا تو شہزادی نے کندھے اچکائے۔

"ابھی اتنا برا وقت مجھ پہ نہیں آیا جو تم دونوں سے جلوں گی۔ پلیز اپنی شیرلاک ہومز والی سرگرمیاں جاری رکھو۔" وہ سر جھٹکتی کچن کی طرف بڑھی تو ایڈم نے برا مانے بغیر پکارا۔

"اتنی اچھی پہیلی دکھانے والا تھا آپ کو۔"

"میرے پاس میری اپنی پہیلیاں ہیں سلجھانے کو۔ تم اپنا کام کرو۔"

وہ چپ چاپ کچن کی میز پہ بیٹھ گئی اور اسی پرچی کو کھول کے گھورنے لگی (جبکہ ذہن اشعر' سوپ پارلر اور ان تمام وارداتوں میں الجھا تھا جو اس نے کبھی کی تھیں)۔

داتن چپ چاپ اٹھی اور چولہے پہ اس کی پسند کا کچھ فرائی کرنے کا اہتمام کرنے لگی اور ایڈم کچن کی گول میز پہ اس کے مقابل آ بیٹھا اور نرمی سے پوچھا۔

چوبیسویں قسط





"لگتا ہے پھر باس سے بے عزتی ہوئی ہے۔
خیر ہے' چے تالیہ۔ ایسا ہوتا ہے۔ آپ کتابیں....."
ابھی یہ دو لفظ بولے ہی تھے کہ تالیہ نے جھپٹ کے اسٹینڈ سے چھری اٹھائی اور اس کی طرف بلند کی۔
"یہ فقرہ بول کے تو دکھاؤ تم آج۔" چیر دینے والی نظروں سے گھورا تو ایڈم نے فوراً اسے دایاں ہاتھ پیچھے کرلیا۔
"واؤ۔ بڑے دن بعد شہزادی تاشہ نظر آئیں۔"
تالیہ نے ایک دم چھری گرا دی اور بے یقینی سے اپنے ہاتھ کو دیکھا جس میں اس نے چھری پکڑی تھی۔ پھر جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔
"یہ میں نہیں ہوں۔"
"چے تالیہ..... آپ کیوں خود سے جنگ کر رہی ہیں؟" اب کے وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ تالیہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔
"میں نے ملاکہ میں چند ماہ کے لیے شہزادی کا صرف کردار ادا کیا تھا۔ میں وہ شہزادی نہیں ہوں جو حکومت کرتی تھی۔ میں ایک فین گرل ہوں جو دی وان فاتح کی رفتار سے ملتے ملتے ہانپنے لگ جاتی ہے۔"
"آپ واقعی ایک ہنس مکھ اور زندہ دل فین گرل ہی ہیں اور ایک سابقہ اسکامر' چے تالیہ' مگر آپ وہ مغرور شہزادی بھی ہیں جو اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتی تھی۔ آپ یہ "دونوں" ہیں۔ ہم سب کے اندر ایک "ظالم ملکہ" بننے کا خواہش مند وجود ہوتا ہے اور میں نے آپ کو اسی طرح تسلیم کرلیا ہے۔ یہ مجھے داتن نے سمجھایا ہے کہ انسان جو ہوتا ہے' اسے اپنے آپ کو ویسا ہی قبول کر کے اپنی کمزوریوں کو اپنی طاقت بنانا ہوتا ہے۔ آپ اپنے آپ سے کیوں بھاگ رہی ہیں؟"
چولہے پہ کام کرتی داتن نے محض مسکرا کے اسے دیکھا اور کام جاری رکھا۔ وہ ان دونوں کو آپس میں بات کرنے کا موقع دینا چاہتی تھی۔
"اف ایڈم..... تم نہیں سمجھو گے۔" اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔ "ہر چیز غلط ہو رہی ہے۔ اوپر سے فاتح نے اس رات ذوالکفلی کو میرے لیے یہ چِٹ تھما دی اور میں اس پہیلی کو حل نہیں کر پا رہی۔" پھر شیشے کے گلاس تلے رکھی چِٹ نکال کے اسے دکھائی۔ "کیا تم اس کو حل کر سکتے ہو؟"
ایڈم نے ایک نظر ان ہندسوں کو دیکھا' اور دوسری سادہ نظر تالیہ پہ ڈالی۔
"بالکل نہیں۔ اسے اسی کو حل کرنا چاہیے جس کو وان فاتح نے یہ دی ہے۔"
وہ جو پرامید ہوئی تھی' منہ بنا کے اسے دیکھنے لگی۔
"میں "حالم" ہوں اور اس کو مختلف فارمولوں' algorithms اور ciphers کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کر چکی ہوں مگر یہ کوئی ایسا کوڈ ہے جو ٹوٹ ہی نہیں رہا۔ نہ یہ نمبر کسی کا فون نمبر ہے' نہ بینک اکاؤنٹ' نہ شناختی کارڈ نمبر۔ اُف۔" وہ زچ ہو چکی تھی۔
"یہی تو آپ کی غلطی ہے۔ آپ اسے حالم یعنی تالیہ بن کے حل کر رہی ہیں۔ حالم تو ماہر ہے' بے پناہ ذہانت کا مالک۔ بڑے بڑے کوڈز بریک کرنے والا۔ یہ چِٹ وان فاتح نے حالم کو نہیں دی تھی۔"
تالیہ نے اچنبھے سے ابرو اکٹھے کیے۔ "تم اتنی لمبی تقریر کے بجائے صاف بات کیوں نہیں کرتے' ایڈم۔"
ایڈم کی آنکھیں شرارت سے چمکیں۔
"وان فاتح آپ کی زبانی جنگل میں آپ کی کہانی ضرور سن چکے تھے' مگر وہ کبھی کے ایل والی تالیہ مراد کو جو کوڈز توڑنے میں ماہر تھی' جانتے ہی نہیں تھے۔ وہ حالم سے کبھی کے ایل میں نہیں ملے تھے۔"
"اس؟"
"فاتح صاحب صرف شہزادی تاشہ سے واقف تھے۔ وہ شہزادی تاشہ جس نے جنگل میں ان

کے ساتھ سفر کیا تھا۔ وہ کوئی ''ظالم ملکہ'' بننے کی خواہش مند لڑکی نہیں تھی۔ وہ پراعتماد تھی۔ اپنے آگے کسی کی ذہانت کو کچھ نہ سمجھتی تھی۔ وہ کموڈو ڈریگن کی آنکھ میں بے رحمی سے تیر چلا سکتی تھی۔ اندھیرے پانیوں میں سفر کرتی خزانے کے جزیرے تک جا پہنچی تھی۔ جس نے قید خانے میں جا کے سپاہیوں سے کہا تھا کہ وہ ان کی ہونے والی ملکہ ہے۔ وہ فین گرل نہیں تھی۔ وہ ''ملکہ'' تھی اور یہ چٹ انہوں نے اس تاشہ کے لیے دی تھی۔ اگر آپ یہ چیف آف اسٹاف والی محکوم اور سادہ سی تالیہ بن کے اس پہیلی کو حل کرنا چاہیں گی تو آئی ایم سوری، مگر آپ بھی اسے حل نہیں کر سکیں گی۔ نہ آپ حالم جیسی انویسٹی گیٹر بن کے اس کوڈ کو توڑ پائیں گی۔ آپ کو پہلے یہ تعین کرنا پڑے گا کہ آپ کون ہیں۔''

وہ اسے سنے گئی۔ چپ چاپ سنے گئی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔

تاج، انگوٹھیاں، کامدار لمبے لباس.... تیروں سے بھرا ترکش، تلوار.... کچھ بھی اس کے پاس نہ تھا، مگر.... اس نے آنکھیں کھولیں.... وہ جانتی تھی کہ مراد راجہ کی بیٹی ہے۔ ایک شکار باز۔ ایک شہزادی۔

جو ملاکہ سلطنت کے سلطان کی ملکہ بننے جا رہی تھی۔

جس نے راجہ مراد کو چکما دیا تھا اور غلاموں کو محل کے باہر لا کھڑا کیا تھا....

جو غار کے محافظ شکار باز کے خون میں لت پت وجود کی پروا کیے بغیر اس کو گردن سے دبوچ کے خزانے کا پوچھ رہی تھی....

جو قید خانے میں فاتح پہ تشدد کرتے سپاہیوں پہ غرا رہی تھی....

جو شاہی مورخ سے اپنی تعریفیں لکھوایا کرتی تھی....

اور اس لمحے میں تالیہ کو احساس ہوا کہ وہ کون تھی۔

وہ خود ''اپنی'' فین تھی....

وہ اپنی تعریفیں اس لیے لکھوایا کرتی تھی کیونکہ وہ اپنی ذہانت کے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتی تھی۔

وہ شہزادی تھی اور ایڈم مورخ جبکہ فاتح غلام تھا۔

''غلام!'' وہ چونکی۔ ''وان فاتح صرف ایک غلام تھا ایڈم۔'' وہ بولی تو چونکنا لہجہ مختلف تھا۔

(ایڈم زیر لب مسکرایا۔)

''وان فاتح میری طرح (گردن اکڑائی) کوڈز بنانے اور توڑنے میں ماہر نہیں تھا۔ وہ تو ایک سیاستدان تھا۔ اسے یہ کام نہیں آتے۔ میں اس کو غلط طریقے سے حل کر رہی تھی۔''

اس نے چٹ اوپر اٹھا کے اسے غور سے دیکھا۔

''میں اس پہ دنیا کا مشکل ترین فارمولا اپلائی کر رہی تھی جبکہ.... اگر اسے وان فاتح نے لکھا ہے تو.... اسے تو کوئی بہت آسان چیز ہونا چاہیے۔''

''یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہا تھا کہ یہ کوئی بہت سادہ چیز ہو گی۔ آپ فین گرل بن کے نہ سوچیں۔ وہ ذہین شہزادی بن کے سوچیں جس کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں۔'' ایڈم نے پین اس کی طرف بڑھایا۔

''پتہ ہے کیا....'' وہ اسے سنے بغیر پین لے کر جلدی سے کاغذ پہ حروف لکھنے لگی۔ ''یہ سادہ سا شفٹ سائفر Shift cipher ہے۔ ہر ہندسہ حروف تہجی کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے 1 کا مطلب ہے پہلا حرف۔ A۔''

وہ تیز تیز ہر ہندسے کے ساتھ اس کے نمبر والا حروف تہجی لکھ رہی تھی۔ جو فقرہ بنا وہ حروف کا صرف ملغوبہ لگ رہا تھا۔

''چونکہ یہ شفٹ سائفر ہے تو ہر حرف سے اگلا صرف لکھنا ہو گا۔ 1 کے لیے A کی جگہ B لکھوں گی اور....'' تالیہ مسکرائی۔

(یہ تو بچوں والا سائفر تھا۔ ہونہہ۔ میرے باس کو تو مشکل کوڈز ہی نہیں لکھنے آتے۔) شہزادی نے نخرے سے سوچا تھا۔

داتن فرائی چھلی لیے ان کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ چٹ اب درمیان میں رکھی تھی اور اس پہ لکھا نظر آ رہا تھا۔

"اس کا قاتل اس کی پسندیدہ فیری ٹیل میں ہے۔"

وہ الفاظ خون کو سرد کر دینے والے تھے۔ وہ تینوں لمحے بھر کے لیے دنگ رہ گئے تھے۔

"اس کا کس کا؟"

"ظاہر ہے آریانہ کا۔ انہوں نے جنگل میں مجھے آریانہ کا قصہ سنایا تھا' وہ چاہتے تھے کہ مگر چونکہ وہ مجھے چھوڑ رہے تھے اسی لیے انہوں نے مجھے 'قاتل' کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" ساری بات اس کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ "مگر جب ان کو تین سوالوں کا علم ہوا تو انہیں لگا کہ "میں" اور "وہ" الگ نہیں ہو سکتے ...تب انہوں نے ذوالکفلی کے پاس میرے لیے یہ ہنٹ چھوڑا' کیونکہ وہ چاہتے تھے میں آریانہ کو انصاف دلاؤں۔ یہ انکشاف ان کو ملا کہ میں کسی وجہ سے ہوا ہو گا اور وہ یادداشت کھونے پہ اسے بھولنا نہیں چاہتے ہوں گے۔"

"مگر آریانہ کو تو صوفیہ رحمٰن نے مارا تھا۔" ایڈم حیران ہوا۔

"ہاں' اس نے ہی کیا تھا وہ سب۔ سارے ملک کو معلوم ہے۔" داتن کو بھی اچنبھا ہوا۔

مگر تاشہ بنتِ مراد آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اس چٹ کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں۔ صوفیہ رحمٰن نے آریانہ کو نہیں مارا تھا۔" اس کی نظریں ان الفاظ پہ جمی تھیں۔ "میں جانتی ہوں اس کا کیا مطلب ہے۔ آریانہ فیری ٹیلو میں رہنے والی بچی تھی اور اس کی پسندیدہ فیری ٹیل سنو وائٹ تھی۔"

"ہاں...تو؟" داتن خفا ہوئی۔ "اسنو وائٹ میں بھی ظالم ملکہ نے شہزادی کے لیے جنگل میں شکاری بھیجا تھا اور ہمارے ملک کی ظالم ملکہ صوفیہ رحمٰن ہی ہے۔"

"اونہوں۔" اس نے دھیرے سے گردن ہلائی۔ وہ ابھی تک بنا پلک جھپکے کاغذ کو دیکھ رہی تھی۔ "تم بھول رہی ہو کہ اسنو وائٹ میں ظالم ملکہ کون تھی۔"

"کون تھی؟"

"سوتیلی ماں!" ایڈم نے ششدر آواز میں کہا تو داتن کا منہ کھل گیا۔

"کیا؟"

اور سارا پزل لمحوں میں حل ہو گیا تھا۔

شہزادی تاشہ کے لبوں پہ بالآخر ایک تلخ اور بے رحم مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آریانہ کو عصرہ نے مروایا تھا....." وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔ "آریانہ کی مجرم اس کی اپنی سوتیلی ماں ہے۔ ان دونوں کے درمیان فاتح کا 'جھوٹ' نہیں' عصرہ کا "گناہ" آ گیا تھا۔ عصرہ آریانہ کی قاتل ہے اور وان فاتح یہ بات بھول چکے ہیں۔"

وہ ٹھنڈے لہجے میں باری باری دونوں کے سفید پڑتے چہرے دیکھ کے کہہ رہی تھی۔

حالم کے بنگلے میں اس وقت ششدر سا سناٹا چھایا تھا۔

☆☆☆

عصرہ بنتِ محمود کے بیڈ روم کی دیوار پہ سلور بیضوی فریم کا قد آور آئینہ آویزاں تھا اور وہ خالی کمرے کا عکس دکھا رہا تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور عصرہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ بیگ کہنی پہ ڈالے' وہ سیمینار کے بعد سیدھا گھر آئی تھی اور ایک ہاتھ سے اسٹول اتار رہی تھی۔ پھر بیگ کرسی پہ پھینکا اور سیدھی چلتی آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اونچا جوڑا باندھے' کانوں میں موتی اور گردن میں ہیروں کا نیکلیس پہنے' اس نے مسکرا کے اپنے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

"آج کی تقریر نے سوشل میڈیا پہ میری

تعریفوں کے پل باندھ دیے ہیں۔اچھی تقریر لکھ کے دی تھی تالیہ نے۔" وہ مسکرا کے اپنے نیکلیس پہ انگلی پھیرتی اپنے عکس سے کہہ رہی تھی۔

"مگر تالیہ سمجھتی ہے کہ مجھے ان تقریروں کی ضرورت ہے۔اسے یہ نہیں معلوم کہ عصرہ محمود حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔اور اب وہ حکومت کرے گی کیونکہ اب سب ٹھیک ہو چکا ہے۔"

"واقعی ممی' اب سب ٹھیک ہو چکا ہے۔" کمرے کے کونے سے آواز آئی تو عصرہ نے اطمینان سے چہرہ موڑا۔وہاں بیڈ کے کنارے پہ آریانہ بیٹھی تھی۔سفید فراک پہنے' سفید ہیئر بینڈ لگائے' اس کی نظریں عجیب تھیں اور فراک کے سینے پہ خون لگا تھا۔

"مجھے معلوم ہے تم یہاں نہیں ہو آریانہ۔اب مجھے تمہارے ڈراؤنے خوابوں سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ تم مر چکی ہو۔بے چاری آریانہ۔" بے زاری سے سر جھٹک کے دوبارہ آئینے میں دیکھا۔عکس میں پیچھے بیڈ پہ بیٹھی آریانہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"میں آریانہ نہیں ہوں' ممی۔میں تو آپ کا اپنا آپ ہوں جس سے آپ ڈرتی ہیں۔" چھوٹی بچی مسکرائی۔"مگر آپ کو اب کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔اتنے برس آپ اس بات کے ڈر سے ملک سے بھاگنا چاہتی تھیں کہ کہیں وہ نینی اور اس کا ساتھی آپ کے سامنے نہ آجائیں یا میں دوبارہ سے ڈیڈ کو نہ مل جاؤں' مگر چھ سال بعد ڈیڈ نے یہ کنفیوژن ہی دور کر دی۔میں تو اسی دن مرگئی تھی اور وہ دونوں گواہ بھی جن کو آپ نے بھیجا تھا۔"

"ہاں اور بالآخر میں اپنے خوف سے آزاد ہو گئی۔" وہ عکس میں خود کو مسکرا کے دیکھ رہی تھی۔"اب مجھے اس ملک پہ حکومت کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"مگر آپ کو ابھی بھی ایک چبھن ہے۔کچھ ہے جو آپ کو بے آرام کر رہا ہے۔"

عصرہ کی مسکراہٹ گھٹی۔اس نے گہری سانس لی۔"ہاں۔اور اس کا نام تالیہ مراد ہے۔فاتح اور وہ سمجھتے ہیں کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ ان کے درمیان "کیا" چل رہا ہے' لیکن خیر....اس کی کہانی بھی جلد ختم ہو جائے گی۔میں نے اشعر سے عثمان کے ذریعے صوفیہ رحمن کو تالیہ کے بارے میں مشکوک کر ہی دیا ہے۔کچھ تو اس کے خلاف مل ہی جائے گا حکومت کو۔وہ ہماری زندگیوں سے دور چلی جائے گی اور یہ راز' راز ہی رہے گا کیونکہ سوائے اس کے کوئی خطرناک حد تک ذہانت کا مالک نہیں ہے یہاں۔" وہ اب چہرے پہ آئی لٹ لپیٹتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

آریانہ کا عکس مدھم ہونے لگا اور بالآخر وہ غائب ہو گئی۔جب سے اس کے مرجانے کا علم ہوا تھا' اس کا عکس عصرہ کو کم کم ستانے لگا تھا۔

وہ بالآخر پرسکون ہو چکی تھی۔شانت اور بے خوف۔

"کیا اشعر' کیا بچے اور کیا فاتح....ان میں سے کوئی بھی اب میرا راز نہیں پا سکے گا۔"

پھر تنہا کمرے میں کھڑے اس نے بیضوی آئینے سے مسکرا کے پوچھا۔

"Mirror, Mirror on
the wall,
Who is cleverest of
them all."

اور آئینہ جواب کے طور پہ ملکۂ بد کا خوب صورت چہرہ دکھا رہا تھا۔

"چناؤ"

اس نے خواب میں دیکھا.....

وہ لکڑیوں کا گٹھڑ پھینک کے اس کیچڑ میں لت پت لڑکی کے سامنے جھکا۔

جو گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھی رو رہی تھی۔

آس پاس گھنے اور اونچے درخت تھے۔

وہ گھٹنوں پہ ہاتھ جمائے جھک کے اس سے بولا۔

"میک پلروش۔"

وہ بھیگا چہرہ اٹھا کے اسے دیکھنے لگی۔

"آج تمہاری سالگرہ ہے۔ کوئی خواہش کرو۔"

پھر اس نے سنا وہ روتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی۔

ٹوٹے ٹوٹے سے الفاظ سماعتوں سے ٹکرائے۔

"چاکلیٹ.... بہت ساری چاکلیٹ..."

وہ مڑا اور ایک درخت تک گیا۔

ایک سخت خول کا پھل توڑا اور اسے چاقو سے کاٹا۔

اندر سے نکلتے گودے کی خوشبو اتنی تیز تھی کہ اسے لگا ناک میں گھس گئی ہو۔

ایک دم سے فاتح کی آنکھ کھلی۔

☆☆☆

کچھ دیر کے لیے 557 برس قبل کے زمانے میں واپس چلتے ہیں۔

شہر تھا ملاکہ کا... وقت تھا شام کا.... اور مقام تھا سن باؤ کے گھر کا۔

سورج ڈوب رہا تھا اور روان فاتح صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کرتا نظر آ رہا تھا۔ سفید پاجامے پہ پہنے کرتے کی آستینیں چڑھائے، ہاتھ میں ڈول پکڑے وہ ایک مکمل غلام بن چکا تھا۔ چلو بھر بھر کے پانی صحن کی اینٹوں پہ چھڑکتا، اور درمیان میں خود بھی گھونٹ بھر لیتا کہ گرمی شدید تھی اور کنویں کا پانی ٹھنڈا میٹھا سا تھا۔

دفعتاً دروازے پہ آہٹ ہوئی تو وہ تیزی سے برآمدے میں آیا مگر وسط میں ٹھہر گیا۔

سامنے ملکہ یان سوفو اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ آ رہی تھی۔ بھورے چغے میں ملبوس، سر کو اس کی ٹوپی سے ڈھکے، قریب آتی ملکہ نے ہاتھ کے اشارے سے مصاحبوں کو دور رہنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے آ رکی۔ چغے کی ٹوپی کے ہالے میں اس کا خوب صورت چینی چہرہ مسکراتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

فاتح نے ڈول زمین پہ رکھا اور گردن جھکا کے تعظیماً سلام کیا۔

"ملکہ.... خوش آمدید۔" ساتھ ہی نظریں اٹھا کے دیکھا۔

شاہ چین کی بیٹی نے چغے کی ٹوپی پیچھے گرائی اور شاہانہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"سب کیسا جا رہا ہے 'غلام فاتح'؟"

اس نے پہلے ملکہ کو کرسی پیش کی، پھر درمیان میں میز رکھی اور جب وہ کرسی پہ بیٹھ گئی تو وہ مقابل کرسی پہ بیٹھ گیا۔ غلام ہونے کے باوجود وہ ملکہ کے سامنے بیٹھنے سے قطعاً نہیں ہچکچایا۔ ملکہ کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی۔

"کل شہزادی تالیہ اور مورخ تین چاند والے جزیرے کے لیے روانہ ہوں گے جہاں سے وہ خزانہ ڈھونڈ کے لائیں گے۔ آپ کا بھیجا گیا چینی جہاز اگر وقت پہ پہنچ گیا تو....."

"وہ وقت پہ ہی پہنچے گا۔"

"بالکل، اگر ایسا ہوا تو شہزادی تاشہ خزانے سمیت واپس آئیں گی۔ امید ہے تب تک مراد راجہ مجھے قید کر چکا ہوگا، لیکن میں اس سے اپنے اور تاشہ کے لیے محفوظ راستہ حاصل کرلوں گا۔ پھر ہم ملاکہ سے چلے جائیں گے اور آپ کے تخت کو کسی لڑکی سے خطرہ نہیں ہوگا۔"

"مراد راجہ اور تاشہ.... مجھے اپنے ان دونوں 'دشمنوں' سے نجات مل جائے گی نا؟" اس نے

سنجیدگی سے پوچھا۔ فاتح نے سر کو خم دیا۔

"میں نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے ملکہ عالیہ کہ شہزادی تاشہ آپ کے سلطان کی ملکہ نہیں بنے گی۔ آپ بے فکر رہیے۔"

"تمہارے وعدوں پہ اعتبار کرنا چاہتی ہوں مگر......" ملکہ نیچے فرش کو دیکھ رہی تھی جہاں پانی کا ڈول رکھا تھا۔ "مگر تمہارا چہرہ کہتا ہے کہ تم وعدے نبھانے میں اچھے نہیں ہو۔"

"آپ کی قیافہ شناسی غلط ہے ملکہ۔ میں نے کبھی وعدے نہیں توڑے۔ چاہے وعدہ قوم سے کیا ہو یا بیوی سے یا اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے۔"

ملکہ نے چونک کر آنکھیں اٹھائیں۔

"بیٹیاں؟ تمہاری تو صرف ایک بیٹی ہے۔"

"اب ایک ہے۔ بڑی والی مر چکی ہے۔"

کن باؤ کے برآمدے میں سناٹا چھا گیا۔ ملکہ نے چند لمحے نظریں جھکائیں پھر اٹھا کے اسے دیکھا۔

"نہیں۔ جو مری تھی وہ تمہاری بیٹی نہیں تھی۔ وہ تمہاری بہن تھی۔" پھر شانے اچکائے۔ "لیکن ہو سکتا ہے میری قیافہ شناسی (چہرے پڑھنے کا علم) غلط ہو۔ خیر کل جب شہزادی تاشہ اور مورخ جزیرے کی طرف چلے جائیں گے تو......"

وہ بات بدل کے دوبارہ منصوبے کی طرف آئی مگر وان فاتح کی تمام حسیات جاگ چکی تھیں۔ ملکہ کے مقابل بیٹھے غلام نے پانی کے ڈول کو دیکھا اور پھر ملکہ کو۔

"نہیں.... یہ قیافہ شناسی نہیں ہے۔" اس کی چبھتی نظریں یان سوفو پہ جمی تھیں جس کی رنگت ایک دم پھیکی پڑی تھی۔

"اس روز جب آپ نے تاشہ کے سامنے اسی جگہ بیٹھ کے مجھے خود غرض کہا تھا تو مجھے یاد ہے آپ کی آمد سے چند ساعتیں قبل میں کنویں سے پانی بھر کے لایا تھا اور وہ ڈول بھی میں نے اسی طرح یہاں رکھا تھا۔ اس روز بھی میں نے ڈول سے پانی پیا تھا۔ آج بھی پیا ہے۔ آپ میرا چہرہ نہیں پڑھ رہی تھیں ملکہ۔ آپ پانی کو پڑھ رہی تھیں۔"

فاتح کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے اور اس نے آگے جھک کر ملکہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

"یہ قیافہ شناسی نہیں ہے۔ یہ جادو ہے اور آپ....آپ جادوگرنی ہیں۔"

نیلگوں اندھیرے میں ڈوبی حویلی پہ پل بھر کے لیے موت کا سناٹا چھا گیا۔ یان سوفو کے کان غصے سے سرخ پڑے اور اس نے زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔

"تم اس گستاخی کی سزا جانتے ہو غلام؟"

"میں اتنا جانتا ہوں کہ ملاکہ میں جادوگروں کے متعلق قوانین بہت سخت ہیں۔ اگر سلطان کو علم ہوا کہ آپ کے والد نے آپ کو 'جادو' سے لیس کر کے بھیجا تھا تاکہ..... (اس نے اندازہ لگایا) تاکہ آپ ملاکہ پہ قبضہ کر سکیں تو آپ کو سزائے موت دے دی جائے گی۔"

"تم مجھ پہ الزام لگا رہے ہو۔" وہ غرائی مگر لہجہ اتنا مضبوط نہ تھا مگر وہ مسکرائے جا رہا تھا۔

"آپ نے کمبورو کے پورے گاؤں کو تباہ کروا دیا کیونکہ وہ جادو میں ملوث تھے۔ مراد راجہ نے اپنے جادوگر دوستوں سے غداری کی اور آپ سے آن ملا۔ کیا وہ آپ کا راز جان گیا تھا؟ تبھی آپ نے اسے محفوظ راستہ دے دیا۔ آپ دونوں جادوگر ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے واقف ہیں لیکن سلطان کو علم نہیں ہے۔"

"تم......"

"آپ فکر مت کریں۔ میں یہ بات کسی کو نہیں بتاؤں گا کیونکہ اگر آپ کو سزا ہو گئی تو مجھے اور تاشہ کو واپسی کا راستہ نہیں ملے گا۔"

یان سوفو لب بھینچے چند لمحے اس کو دیکھتی رہی پھر ایک دم وہ ہنس پڑی۔ یکا یک سارا غصہ غائب ہو گیا۔

"تمہیں لگتا ہے میں تم سے ڈرتی ہوں؟"

''آپ کو مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے' ملکہ۔ میں آپ سے کیا وعدہ نبھاؤں گا۔ آپ کو آپ کا علم مستقبل دکھا سکے تو دیکھ لیجیے گا۔''

یان سوفو نے اب کی بار پوری گردن جھکا کے ڈول میں موجود پانی کو غور سے دیکھا۔

''میں مستقبل نہیں بتا سکتی۔ جادو صرف ماضی بتا سکتا ہے۔'' اعتراف کیا۔

''اور مستقبل دیکھ لینا کیا ہوتا ہے؟'' اسے کوئی یاد آیا تھا۔

''الوہی تحفہ۔'' وہ اب بھی پانی کو دیکھ رہی تھی۔

''شہزادی تاشہ نے بھی آپ کے سامنے بہت دفعہ پانی پیا ہوگا۔ ان کا ماضی نہیں پڑھا آپ نے؟''

''وہ جادوگر کی بیٹی ہے۔ میرا علم اس پہ اور اس کے باپ پہ نہیں چلتا۔ تم البتہ....'' اس نے نظریں اٹھا کے مسکرا کے فاتح کو دیکھا۔ ''ایک خودغرض مرد رہے ہو۔''

''اور وہ کیوں؟''

''تم نے ایک عورت سے صرف اس لیے شادی کی تا کہ وہ تمہاری بہن کا خیال رکھ سکے۔ تم اپنے باپ پہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ تم اس سے بہتر ہو۔ تمہیں اپنے باپ سے نفرت تھی۔''

''اور کیا دیکھا آپ نے میرے بارے میں؟'' وہ دلچسپی سے ملکہ کو دیکھ رہا تھا۔

''غلام فاتح....'' وہ اب کے نرمی سے بولی۔ ''کچھ باتوں کو نہ جاننا ہی اچھا ہوتا ہے۔ میں تمہیں تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ تم منصوبے پہ دھیان دو۔ باقی سب بھول جاؤ۔ تم کسی دوسرے علاقے سے آئے لگتے ہو جس کے بارے میں' میں کچھ نہیں جانتی مگر محبتیں اور نفرتیں ہر علاقے میں ایک سی ہوتی ہیں اس لیے میں تمہارے دل میں کسی کے لیے نفرت نہیں بھرنا چاہتی۔''

یہ وہ آخری بات تھی جو یان سوفو نے اٹھتے وقت کہی تھی۔ وان فاتح نے پھر کوئی سوال نہیں پوچھا۔ اسے ایک جادوگرنی سے اپنے ماضی کی خبر لینے میں دلچسپی نہ تھی کیونکہ اس کے خیال میں وہ اپنے ماضی سے واقف تھا۔

پھر وہ شام بھی آ گئی جب وہ مراد راجہ کو میز پہ لے آیا اور کچھ اپنی منوا کے کچھ اس کی مان لی۔ مراد نے رخصت کے وقت اسے صاف لباس اور گھوڑے سمیت سفر کے لیے زادِ راہ بھی دیا۔ وہ دونوں محل کے دروازے پہ کھڑے تھے اور مراد اسے بتا رہا تھا کہ اسے کس طرح چابی کی مدد سے جنگل میں اس مقام تک پہنچنا ہے جہاں وہ 'دروازہ' موجود ہے۔

دفعتاً ایک سپاہی مراد راجہ کا گھوڑا لیے قریب آیا تو فاتح چونکا۔

''آپ میرے ساتھ آ رہے ہیں' راجہ؟''

جواباً مراد کی تیوری چڑھی۔

''کیا تمہیں اس بات پہ اعتراض ہے کہ میں سن باؤ کے گھر سے اپنے صندوق اپنی نگرانی میں وصول کر دوں یا اپنی بیٹی کو الوداع کہہ سکوں؟''

''ہرگز نہیں' راجہ۔ میں سورج ڈوبنے کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد آپ کو سن باؤ کی گلی کے پاس درختوں کے جھنڈ میں ملوں گا۔''

''کیوں؟ تمہیں کچھ خاص کرنا ہے کیا؟ یا کسی سے ملنا ہے؟'' راجہ نے مسکرا کے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر ارد گرد نگاہ دوڑائی۔

''یقیناً میرے سپاہیوں میں سے کوئی ایک ملکہ کا وفادار ہوگا اور اس نے تمہیں آنے کا اشارہ کیا ہوگا۔''

''راجہ کو اپنا سونا واپس مل رہا ہے۔ اب راجہ کو شکایت کا حق نہیں ہے۔''

مراد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ''جاؤ' غلام فاتح۔ خدا کرے ملکہ مایوسی میں تمہاری گردن نہ اتروا دے۔''

اور ملکہ یان سوفو مایوسی سے زیادہ غصے کی حالت میں تھی۔ اگر اس وقت وہ محل میں ہوتی تو شاید اپنے سپاہیوں کو اس کی گردن مارنے کا حکم دے ڈالتی لیکن چونکہ اس غلام کو محل میں بلانا پُرخطر تھا' اس لیے وہ

بنداہارا کے محل سے چند کوس دور بنے بازار میں مل رہے تھے۔ سپاہی فاصلے پہ عام حلیے میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے اور وہ دونوں ہندوستانی مسالوں کی ایک دکان کے سامنے کھڑے تھے۔ ملکہ نے بھورے چغے کی ٹوپی سے سر ڈھانپ رکھا تھا اور اس کا چہرہ غیض و غضب سے سرخ دہک رہا تھا۔

''تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم مرادو راجہ کو قلاش کر دو گے تباہ کر دو گے۔'' وہ مٹھیاں بھینچے ضبط سے بولی۔

شام ڈھل رہی تھی اور ارد گرد بہت سے تازہ تازہ آزاد ہوئے غلام خوشی خوشی آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ رش بہت تھا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ فاتح کو جواباً بلند آواز میں کہنا پڑا۔

''میں نے آپ سے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔''

''تم خزانہ مراد کو واپس کیسے کر سکتے ہو؟ وہ تمہیں غریبوں کو دینا تھا۔''

''آپ چاہتی ہیں کہ میں وہ خزانہ سن باؤ کو دے دوں تاکہ وہ غریبوں میں بانٹ دے؟ کیا میں اتنا بے وقوف ہوں؟ ہم دونوں کو معلوم ہے کہ سن باؤ وہ خزانہ چین بھیج دے گا۔ اور آپ یہی چاہتی ہیں۔''

''چین بھیجنا مرادو راجہ کو لوٹا دینے سے بہتر تھا۔ تم... تم وہ اسے کیسے واپس کر سکتے ہو؟''

''کیونکہ وہ مجھے واپسی کا راستہ دے رہا تھا اور صرف وہی دے سکتا تھا۔ میں نے آپ سے تاشہ کو آپ کے راستے سے ہٹانے کا وعدہ کیا تھا' مرادو راجہ کو تباہ کرنے کا نہیں۔ آپ کی اور مراد کی جنگ آپ دونوں کا مسئلہ ہے۔ تاشہ اور میں اس کھیل کے لاتعلق کھلاڑی تھے۔ ہمیں اپنے ملک واپس جانا ہے۔''

بازار پہ اندھیرا چھا رہا تھا اور دکانوں کے قمقمے روشن ہو رہے تھے۔ آج لوگوں نے مغرب کے ساتھ ہی اپنے ٹھیلے نہیں سمیٹے تھے بلکہ وہ غلاموں کے آزاد ہونے کی خوشی میں خوش ہو رہے تھے۔

''اور تم اپنے ملک کے بنداہارا بن جاؤ گے' یہ لگتا ہے تمہیں؟'' ملکہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مستقبل نہ میں دیکھ سکتا ہوں نہ آپ۔ اس لیے کوشش ہی کر سکتا ہوں۔''

رش بڑھتا جا رہا تھا اور لوگوں کا شور بھی۔

''میں ابھی بھی تمہارا سر قلم کروا سکتی ہوں۔'' وہ برہمی سے اس کو دیکھ کے بولی تو غلام مسکرا کے قریب آیا اور ملکہ کے کان میں سرگوشی کی۔

''یعنی آپ شہزادی تاشہ کو پھر سے غیر شادی شدہ بنا دیں گی؟ اور آپ کو کیا لگتا ہے.... فاتح بن رامزل مرنے سے پہلے اعلانیہ انداز میں لوگوں کو نہیں بتائے گا کہ چینی شہزادی ایک جادوگرنی ہے؟ میں نے ان لوگوں کو آزاد کرایا ہے' ملکہ۔ یہ میرے احسان تلے دبے ہیں' یہ میرا یقین فوراً کر لیں گے۔'' پھر سیدھا ہوا تو دیکھا' ملکہ کا چہرہ غصے اور بے بسی سے تمتما رہا تھا۔

''تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ تم جانتے تھے میں مرادو راجہ کی تباہی کے لیے وہ جہاز دے رہی ہوں تمہیں اور تم نے مجھے غلط تاثر دیا۔ خیر۔ خوش تو تم بھی نہیں رہو گے اپنے ملک میں۔'' فاتح نے کندھے اچکائے۔

''آپ اپنی فکر کریں' ملکہ۔ آگے آپ کو مرادو راجہ سے ایک طویل جنگ لڑنی ہے۔''

سر جھکا کے تعظیم پیش کی اور الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔

''تم میرے دوست نہیں تھے اس لیے اب تمہیں تکلیف پہنچا کے مجھے افسوس نہیں ہوگا۔''

''آپ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔''

''نقصان نہیں۔ تکلیف کی بات کر رہی ہوں۔ سوچو.... اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت ہو گی جب تمہیں معلوم ہو گا کہ....'' وہ بالآخر مسکرائی۔ چغے کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ ذرا شانت ہوا۔

''کہ؟'' فاتح نے ابرو اٹھائی۔

''کہ تمہاری بہن کا خون تمہارے بچوں کی

ماں کے ہاتھ پہ ہے؟''

چند لمحوں کے لیے وقت بالکل تھم گیا۔ بازار میں بجتے شادیانے... بھانت بھانت کی بولیاں... سب ایسے خاموش ہوا جیسے لوگوں کی زبانیں چھن گئی ہوں۔

''بھورے بالوں والی عورت ہے نا تمہاری بیوی؟ آخری دفعہ پہاڑوں پہ تمہاری 'بہن' کے ساتھ گئی تھی تو کانوں میں بڑے بڑے موتی پہن رکھے تھے؟ اور تمہاری بہن سفید گھیر دار لباس پہنے ہوئے تھی؟ اور اس کے اوپر پیلا لبادہ۔ اس بچی کے لیے جو جلاد بھیجے گئے تھے' وہ تمہاری بیوی نے بھیجے تھے دان فاتح۔ ماضی جان لینا مستقبل جان لینے سے زیادہ بڑا عذاب ہے۔ ہے نا؟''

ملکہ نے چغے کی ٹوپی آگے سرکائی اور مسکرا کر سر کو خم دیا۔

دان فاتح وہیں ساکت کھڑا رہ گیا۔

وہ جا چکی تھی اور وہ اس سے مڑ کے سوال بھی نہیں کر سکا تھا۔ اگر ملکہ جھوٹ بول رہی تھی تو اس کو ان کے لباس کا رنگ کیسے معلوم ہوا؟

اگلے تین دن جب وہ ایڈم اور تالیہ کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا' وہ بہت چپ چپ سا تھا۔ ایڈم اور تالیہ کیا کہہ رہے تھے' وہ نہیں سن رہا تھا۔ دماغ میں صرف ایک فقرہ گردش کر رہا تھا۔

''تمہاری بہن کا خون تمہارے بچوں کی ماں کے ہاتھ پہ ہے۔'' وہ بار بار سر جھٹکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ عصرہ ایسے نہیں کر سکتی۔ عصرہ کو تو آریانہ سے محبت تھی۔ مگر کیا واقعی؟

بہت سے واقعات آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ہر بات میں وہ آریانہ کو فوقیت دیتا تھا اور عصرہ پسپائی اختیار کر لیتی تھی۔ وہ جس پسپائی کو اس کا بڑا پن سمجھتا تھا' وہ اس کے اندر پنپتا زہریلا پودا بن چکی تھی۔ آہستہ آہستہ سب سمجھ میں آنے لگا تھا۔

وہ جنگل میں تھے اور ایڈم اور تالیہ سو چکے تھے۔ وہ اپنے انہی خیالات کی رو میں بھٹکتا آگے نکل آیا۔ جنگل اندھیرا تھا اور گھنے درختوں کے باعث چاند دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ ہاتھ میں مشعل لیے آگے چلتا گیا۔ دفعتاً ایک درخت کے پاس رکا۔

وہ کوکو کا درخت تھا۔ اس کے پتوں کی خوشبو نے ایک دم چار ماہ قبل والا وہ دن یاد کروا دیا جب اس نے تالیہ کی سالگرہ پہ اس کو یہ پھل توڑ کے دیا تھا۔ ایک مغموم مسکراہٹ فاتح کے لبوں پہ بکھر گئی۔ اس نے ایک پھل توڑا اور تالیہ کے پاس لے آیا۔ وہ اپنے ٹہنیوں سے بنے جھولے پہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہ کافی دیر اس کے پاس بیٹھا سوچتا رہا کہ اسے کیا کہے۔

وہ اس کو چھوڑنے جا رہا تھا' اس لیے وہ اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کی بیوی نے ہی اس کی بیٹی کو مارا ہے۔ اور ابھی تک وہ خود بھی پر یقین نہ تھا۔ لیکن اب دل کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا اسے کسی کو تو بتانا تھا۔ کچھ تو بتانا تھا۔ دروازہ پار کرتے ہی وہ سب بھلا دے گا۔ کوئی تو اسے یاد کروانے والا ہونا چاہیے۔ یا اللہ.... اس نے کیا قربان کر دیا؟ یادداشت کا سودا اس وقت اتنا مہنگا نہیں لگا تھا لیکن اب.....؟

کوشش کے باوجود فاتح بن رامزل اس رات تالیہ کو وہ سب نہیں بتا سکا۔ یہ بہت خطرناک راز تھا۔

مگر... اپنے زمانے میں واپس آنے کے بعد..... ذوالکفلی سے وقت کے تین سوالات سنتے ہوئے اس کو احساس ہوا کہ اگر اسے اپنی یادداشت واپس چاہیے تھی تو اسے ''اپنے ساتھ'' موجود شخص سے بھلائی کرنی تھی۔ عصرہ اس کے لیے سب سے اہم شخص نہیں تھی۔ اس کی بیٹی کی قاتل کو اس کے لیے سب سے اہم شخص ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اگر اسے کسی کے ساتھ بھلائی کرنی تھی تو وہ تالیہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ چلی گئی تو وہ کبھی نہیں جان سکے گا کہ اس کی بیٹی کو عصرہ نے کیوں مارا تھا۔ کوئی تو ہونا چاہیے جو اس کے ساتھ مخلص ہو اور اسے یاد کروائے۔ خود غرضی ہے تو خود غرضی سہی مگر اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ تالیہ اسے بھول جائے۔

اس نے ایک سطر لکھ کے ذوالکفلی کے حوالے کی۔ وہ اسے ایڈم کو ای میل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ملک کا اگلا وزیر اعظم بننے جا رہا تھا اور یہ راز بہت خطرناک تھا۔

واپسی پہ اس نے ایڈم کو ای میل لکھی اور اسے ہر ہفتے تالیہ کے لیے کوکو پھل بھیجنے کی ہدایت کی۔

جب وہ ہر شے بھول چکا ہو گا تو وہ پھل تالیہ کو ان کی جنگل کی آخری گفتگو یاد دلائیں گے۔ اور وہ دوبارہ کبھی برائی کے راستے پہ نہیں جائے گی۔ صرف وہی اس کی مدد کر سکتی تھی۔

اسے تالیہ مراد سے محبت نہیں تھی۔ یہ بات وہ جانتا تھا۔ تالیہ کو اس سے محبت تھی۔ یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اور ایڈم کو کس سے محبت تھی، وہ اس سے بھی ناواقف نہ تھا۔ پہلے وہ چاہتا تھا کہ تالیہ اور ایڈم اس سے الگ ہو کے اپنی نئی زندگی شروع کریں لیکن آریانہ نے جیسے پہلے بھی اس کی زندگی میں ہر ایک کو پیچھے چھوڑ دیا تھا، اب بھی وہی بازی لے گئی تھی۔

تالیہ کو اس کے ساتھ رہنا تھا، اور اسے تالیہ کے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت تھی۔

چاہے وقت بیت جائے.... چاہے یادیں کھو جائیں.... چاہے چہروں کے نقاب بدل جائیں.... انہیں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑنا تھا۔

☆☆☆

حالم کے بنگلے کے اوپن کچن میں خاموشی چھائی تھی۔ داتن منہ کھولے باری باری ان دونوں کے چہرے دیکھ رہی تھی۔ ایڈم جہاں دنگ رہ گیا تھا، وہیں شہزادی تاشہ کے اندر جاری تاشہ اور تالیہ کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور وہ اپنے دونوں چہروں کو تسلیم کر کے ایک دم شانت نظر آتی تھی۔

"عصرہ محمود نے آریانہ کو قتل کروایا تھا۔" اس نے دہرایا تو سناٹا ٹوٹا۔ داتن نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔

"مگر عصرہ تو آریانہ سے سب سے زیادہ محبت کی دعوے دار تھی۔"

"اور کسی نے مجھے کہا تھا کہ مجھے بہت سے لوگ ملیں گے جن کی زبانیں دل فریب باتیں کہیں گی لیکن مجھے ان کو ان کے اعمال کی بنیاد پہ پرکھنا ہو گا۔" تالیہ ٹیک لگائے اس کاغذ کو تہہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "عصرہ کی زبان جو بھی کہے، اس کا عمل ہمیشہ مختلف رہا ہے۔"

"مختلف کیسے؟" داتن کو اچنبھا ہوا۔ تبھی ایڈم کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا۔

"مسز عصرہ بظاہر آریانہ سے محبت کی دعوے دار تھیں، لیکن آریانہ جس شخص کی بہن تھی، انہوں نے اس شخص کو چھ سال تکلیف دیے رکھی۔ اگر انہیں واقعی آریانہ سے لگاؤ ہوتا تو فاتح میں آریانہ کو ڈھونڈتیں اور ان کی تکلیف کا احساس کرتیں۔"

"اسی لیے عصرہ بیگم اس ملک سے بھاگنا چاہتی تھیں۔" وہ انگلیوں کی پوروں سے کاغذ کو تہہ لگا رہی تھی اور گول میز پہ بیٹھے دونوں افراد اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔ "تاکہ ماضی کا گناہ کبھی سامنے نہ آ جائے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ آریانہ تو اس دن مر گئی تھی، وہ ایک دم مطمئن ہو گئیں اور فرسٹ لیڈی بننے کے خواب دیکھنے لگیں۔"

"مگر.... فاتح صاحب کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" داتن نے اسے ٹوکا۔ اب وہ غور سے تالیہ کی آنکھوں میں بھرتے تنفر کو دیکھ رہی تھی۔ فاتح کے نام پہ تنفر میں اضافہ ہوا۔

"وہ ہمیشہ سے خود غرض تھے۔" تالیہ ایک دم چیخ کے بولی۔ "ان کو یقیناً قدیم ملاکہ میں معلوم ہوا ہو گا یہ سب۔ نہ جانے کیسے۔ اور انہوں نے اس بات کو ہم سے چھپا لیا مگر جب وہ واپس آنے کے بعد ذوالکفلی سے ملے تو انہیں احساس ہوا کہ وہ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے اور تالیہ تو ٹھہری کے ایل کی بہترین انویسٹی گیٹر (لہجہ طنزیہ ہوا تو ایڈم نے بھی چونک کے اسے دیکھا۔) سو مجھے اپنی زندگی سے باندھ دیا تاکہ میں آریانہ کی موت کا راز کھوج کے انہیں یاد کروا دوں۔ خود غرض [illegible] خود غرض راز [illegible]

وہ۔'' اس نے کاغذ کو مروڑ کے زور سے زمین پہ مارا۔
''یہ خود غرضی نہیں ہے' چے تالیہ۔'' وہ نرمی سے بولا۔ ''یہ محبت ہے۔ آریانہ ان کی بیٹی تھی۔ انہوں نے ہم دونوں کو واپسی کا راستہ دینے کے لیے وہ سب بھول جانے کا انتخاب کیا تھا۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں بنتا کہ ہم ان کی بیٹی کا قاتل ان کو یاد کروائیں؟''
داتن نے گھور کے ایڈم کو دیکھا مگر وہ تالیہ کی طرف متوجہ تھا۔ تالیہ کا تو جیسے دل ہی ٹوٹ گیا تھا۔
''اب تک مجھے لگا تھا ان کو شاید مجھ سے کوئی لگاؤ ہو... میری کوئی اہمیت ہو... مگر نہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ صرف ضرورت کے لیے باندھا اور میں نے..... میں نے ان کے لیے ہر شے داؤ پہ لگا دی۔ میں نے اپنا چہرہ بھی میڈیا کے سامنے عیاں کر دیا جو کہ ایک اسکامر کا چہرہ ہے۔ کسی نے مجھے پہچان لیا' کسی نے تفتیش کی تو میرا کیا ہو گا؟''
''بالکل۔ وہ ایک خود غرض انسان ہے اور....''
داتن نے زور و شور سے تائید کرنی چاہی تو ایڈم نے تیزی سے بات کاٹی۔
''انہوں نے نہیں کہا تھا کہ آپ ان کی باڈی دومن بنیں۔ ساتھ رہنے کے بہت طریقے ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی اپنی مرضی تھی۔ اور اب ان کو خود غرض کہنا چھوڑ دیں' چے تالیہ۔ کیا انہوں نے ہمارے لیے کچھ نہیں کیا؟ ہم اس دروازے کے پار آپ کے خزانے کے لیے گئے تھے' ان کی وجہ سے نہیں مگر یہ ان کا پلان تھا جو ہمیں وہاں سے نکال کے لایا ہے۔ جنگل میں ہمیں ہمت دلانے والا اور ملاکہ میں ہمیں سکھانے والا وان فاتح تھا۔ انہوں نے ہمیں اپنا بہترین ورژن بننا سکھایا ہے۔''
تالیہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔
''تم خود ہی تو کہتے تھے کہ جب وہ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔''
''تب کہتا تھا جب وہ ساتھ چھوڑنے والے تھے۔ جب نہیں چھوڑا تو کہنے کی وجہ نہیں رہی۔''
داتن نے میز کے نیچے سے ایڈم کے جوتے کو پیر مارا مگر وہ متوجہ نہیں ہوا۔
''وہ یہ سب مجھے براہ راست بھی بتا سکتے تھے۔ ایک ای میل کر دیتے۔ ایک خط لکھ دیتے۔ اتنی پہیلیاں کیوں رکھیں؟''
ایڈم بن محمد سوگواریت سے مسکرایا۔
''وان فاتح کب کوئی بات براہ راست کہتے ہیں؟ وہ تو ہمیشہ کوئی کہانی سناتے ہیں۔ اپنا جواب سننے والے کو خود تلاشنا ہوتا ہے۔ اب بھی انہوں نے ایک پہیلی چھوڑی تھی۔'' (دور پڑے ہوئے کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔) ''آپ چاہتیں تو اس کو نہ حل کرتیں۔ یہ آپ کی اپنی چوائس تھی۔''
''تو اب میں کیا کروں؟ ان کی انویسٹی گیٹر بن جاؤں؟'' وہ تڑپ کے بولی۔ اسے بہت غصہ اور بہت دکھ تھا۔ ''مجھے کیا ان کی بیٹی کو جس نے بھی مارا ہو وہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔''
''مگر مسز عصرہ تو ہیں نا آپ کا مسئلہ۔ آپ کو وہ بری لگتی ہیں اور آپ سے ان کا یہ نیا اچھا روپ بھی ہضم نہیں ہوا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ ان سے جیلس ہیں۔''
''ایڈم....'' اس نے چھری اٹھائی تو وہ جلدی سے بولا۔
''آپ اس جیلسی کو اپنی طاقت کیوں نہیں بنا لیتیں؟'' (تالیہ نے دھیرے سے چھری واپس رکھی۔)
''تم چاہتے ہو میں عصرہ کو ایکسپوز کروں؟'' خفگی سے اسے دیکھا۔
''میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے ساتھ موجود شخص کو بھلائی پہنچائیں۔ وہ شخص سب سے اہم ہے' اس کو بھلائی پہنچانا سب سے اہم ہے' اور یہ کام کرنے کا سب سے اہم وقت 'ابھی' ہے۔ آپ یہ کریں گی تو آپ کی یادداشت واپس آ جائے گی۔''
وہ رسان سے سمجھا رہا تھا اور داتن دانت پیستے ہوئے اسے گھور رہی تھی۔
''میری یادداشت آدھی تو آ ہی چکی ہے اور باقی

معلوم کرنے میں مجھے دلچسپی نہیں ہے۔"

"جو ہمیں معلوم ہوتا ہے بچے تالیہ' وہ ہمیشہ ہماری جان بچاتا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کی کہانی میں ابھی بھی کچھ ایسا ہو جسے معلوم کرنا آپ کے لیے ضروری ہو۔"

"ہونہہ۔ مجھے نہیں یاد کرنا قدیم ملاکہ کو۔" شہزادی نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"ابھی تک آپ وان فاتح کی مدد اس لیے کر رہی تھیں کیونکہ آپ کو لگتا تھا وہ آپ کو 'اپنے لیے' اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ اب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کو اپنی مدد کے لیے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو آپ خود غرضی دکھا کے ان کو چھوڑ دیں گی؟ جس شہزادی تاشہ کو میں جانتا ہوں' جس کے قصے میں نے بنگارا یا ملایو میں لکھے تھے' وہ خود غرض نہیں تھی۔"

"ظاہر ہے۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے اٹھی اور کندھے اچکائے۔ "تم یہ نہیں کہو گے تو اور کون کہے گا۔" وہ کرسی دھکیل کے اٹھی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ وہ سارے دن کی تھکی ہاری آئی تھی۔ یقیناً اب فریش ہونے جا رہی تھی۔

اوپر اس کے کمرے کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو داتن غصے سے ایڈم کی طرف گھومی جو اب گردن جھکائے ہوئے تھا۔

"تم وان فاتح کی اتنی حمایت کیوں کر رہے تھے؟" اداس نوجوان نے پلکیں اٹھائیں اور سوگواریت سے اسے دیکھا۔

"میں سچ بول رہا تھا۔ ایک باپ کا اپنی بیٹی کے قاتل کو ڈھونڈنے کے لیے کچھ کرنا خود غرضی نہیں ہوتی۔"

"وہ بالآخر وان فاتح سے متنفر ہوئی تھی اور تم اس موقع کو استعمال کر سکتے تھے۔ اف ایڈم' اف۔" داتن نے مٹھیاں بھینچیں۔ "فاتح سب بھلا چکا ہے' وہ اب بھی یقین نہیں کرے گا کہ عصرہ اس کی بیٹی کی قاتل ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی اب صلح کر چکے ہیں۔ تالیہ اپنی زندگی میں واپس آ سکتی ہے۔ تم اس کو اس زندگی میں نہ دھکیلو جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے۔"

"ان کو وان فاتح سے محبت ہے۔ کسی کو unlove کرنا آسان نہیں ہوتا' داتن۔ آسان کیا' یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔"

"مگر چھوڑا تو جا سکتا ہے نا۔ تم اسے فاتح کو چھوڑنے دیتے۔ یہ سب کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیونکہ میں سچا انسان رہنا چاہتا ہوں' داتن۔" وہ زخمی مسکراہٹ سے بولا۔ "اور سچا انسان خوشی اور غمی' دونوں حالتوں میں سچ بولتا ہے۔ میں نے فاتح صاحب کی حمایت نہیں کی۔ میں نے صرف سچ بولا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تو داتن نے دیکھا کہ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے اور چہرے پہ بے پناہ تکلیف تھی۔

"تم جانتے ہو تمہارا یہ سچ اسے عصرہ کو فاتح کی زندگی سے نکالنے اور اپنی جگہ حاصل کرنے کی امید تھما دے گا اور تمہاری تکلیف بڑھ جائے گی۔"

"اللہ نے سچائی کے ساتھ فوری راحت کا وعدہ کیا بھی نہیں ہے۔ سچائی میں بقا ہے' کامیابی ہے' دل کا سکون ہے' مگر ضروری نہیں ہے کہ اس میں خوشی بھی ہو۔ سچائی قیمتی چیز ہے اور قیمتی چیزوں کے لیے تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں۔"

وہ یہ کہہ کے آگے بڑھا اور زمین پہ گرا کاغذ اٹھایا۔ کھول کے اسے سیدھا کیا اور جیب میں ڈال دیا۔

"جو میں نے ملاکہ میں سیکھا ہے' میں اسے بھلانا نہیں چاہتا کیونکہ مجھے یاد کروانے والا کوئی نہیں آئے گا۔"

"اور کیا وان فاتح نے خود بھی ملاکہ میں کچھ سیکھا تھا؟" وہ تندہی سے بولی۔

"بالکل۔ مگر انہیں تب بھی یہ معلوم نہیں تھا جب ان کی یادیں ان کے پاس تھیں اور نہ اب معلوم ہے۔" وہ داتن کو دیکھے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

حالم کا بنگلہ اب خاموش تھا اور ایڈم سامنے سڑک پہ چلتا جا رہا تھا۔ اس کے کندھے ڈھلکے تھے اور چہرہ مغموم تھا۔

داتن نے اتنے دن سے اس کے اندر یہ ممکن کی امید جگا دی تھی۔ مورخ کو شہزادی مل سکتی تھی۔ اگر مورخ شاہی قبا پہن لے اور دربار میں اعلا عہدہ حاصل کر لے تو وہ شہزادی کے قابل ہو جائے گا۔ لیکن جانے کیوں شہزادیوں کو صرف غلام ہی پسند آتے تھے۔

اس کا بہت مشکل سے تندرست ہوتا دل ایک دفعہ پھر سے بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔

وہ ساری دنیا بھی پھر لے' یا سارے زمانے کی کتابیں پڑھ لے' اسے تالیہ مراد جیسی لڑکی کبھی نہیں ملے گی۔

تالیہ مراد سے زندگی میں آپ ایک دفعہ ہی ملتے ہیں اور پھر اس جیسی محبت دوبارہ کسی سے نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

تالیہ اوپر اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے بیٹھی تھی۔ سنہری بال اب کھول کے شانوں پہ پھیلا رکھے تھے اور چبھتی نظریں اپنے عکس پہ جمی تھیں۔ مدھم لیمپ کے باعث کمرہ نیم اندھیر سا تھا۔ وہ عکس کو دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھ رہی تھی۔ ذہن کے پردے پہ وہ سارے لمحے چل رہے تھے جب وہ عصرہ سے پہلی دفعہ ملی.....وہ فاتح کو لے کر اس ملک سے جانے کے لیے کتنی بے چین تھی۔ اس نے تالیہ کو فائل والے قصے میں پھنسانے کی بھی کوشش کی اور اب جب وہ ایک دم اچھی ہو گئی تو کیا تھا جو تالیہ مراد کو اس سے بے زار کر رہا تھا؟ شاید وہ اب خود سچ بولنے لگی تھی اور سچے لوگوں کو قدرت کی طرف سے یہ رعایت مل جاتی ہے کہ انہیں جھوٹوں کے جھوٹ ہضم نہیں ہوتے۔

''عصرہ محمود.....تم نے ایک پیاری سی بچی کو کیوں مارا؟ تم اصل میں کون ہو؟ کیا چاہتی ہو؟ کیا مجھے تمہارے پیچھے آنا چاہیے یا وان فاتح کو اس کے حال پہ چھوڑ دینا چاہیے؟''

اس نے سنگھار میز پہ رکھا فون اٹھایا اور اسکرین روشن کی تو ذوالکفلی کا پیغام جگمگا رہا تھا۔

''وان فاتح کی یادداشت سے چند قطرے کم ہوئے ہیں۔ اسے ابھی کچھ یاد نہیں آئے گا سوائے ٹوٹے خیالوں اور بکھرے خوابوں کی صورت کے۔ چناؤ کا اختیار اب بھی تمہارے پاس ہے' پتری تالیہ۔ تم اس بوتل کو تلف کر کے اس کے ذہن کی تختی کو صاف کر سکتی ہو۔ کیونکہ جیسے جیسے اسے اگلے سوالوں کے جواب ملیں گے' اس کی تکلیف بڑھتی جائے گی۔ تمہاری تکلیف اور تمہارے خوابوں نے تمہیں دیوانہ کر کے قدیم ملاکہ میں پہنچا دیا تھا۔ سوچو اس کے خواب اس کے ساتھ کیا کریں گے؟''

اس نے دھیرے سے فون رکھ دیا۔ پھر پلکیں اٹھا کے اپنے عکس کو اجنبیت سے دیکھا۔

اسے اپنی خواب دیکھنے کی صلاحیت واپس کب ملی تھی؟ جب اس نے سات برس پہلے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے ماضی کو بھلا کے اس شخص کو اہم جانے گی جواب اس کے ساتھ ہے۔ اس کا شوہر۔

سات برس اس کے خواب اسے چابی کا راستہ دکھاتے رہے تھے اور ماضی کے وہ چند ٹکڑے جو اس کو آج تک دکھائی دیے تھے وہ ائیر پوٹ پہ کیے اس ایک فیصلے کا نتیجہ تھے۔

اس کا کیا مطلب تھا؟

یہی کہ تالیہ مراد نے آج تک مکمل طور پہ ان تین سوالوں کے جواب نہیں پائے تھے۔ اور آج اسے ان کو پانا تھا۔

لیمپ کی مدھم زرد روشنی کمرے میں بکھری تھی اور شہزادی اسٹول پہ بیٹھی اپنے عکس کو تکے جا رہی تھی۔

(انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہونا چاہیے؟

انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام کون سا

ہونا چاہیے؟)

(کسی کام کو کرنے کا سب سے اہم وقت کون سا ہونا چاہیے؟)

''تم خود سب سے اہم ہو' تالیہ۔'' اندر سے کسی نے جھنجوڑا۔ ''تمہیں وان فاتح کو چھوڑ کے کچھ عرصہ انڈر گراؤنڈ چلے جانا چاہیے یا کسی دوسرے ملک۔ تمہارے خلاف تفتیش شروع ہو چکی ہے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے تالیہ۔''

(انسان کی زندگی میں سب سے اہم شخص کون ہونا چاہیے؟)

اس نے فون اٹھایا اور کال ملا کے اسپیکر آن کیا۔ پھر آئینے میں خود کو دیکھتی' موبائل ہتھیلی پہ اٹھائے بولی۔

''میں ان یادداشتوں کو تلف کر کے یہاں سے نہیں بھاگوں گی۔ مجھے ان سے ہزار گلے ہیں' ذوالکفلی' مگر جس شخص سے وفاداری کا عہد کیا تھا' جس کی کیمپین مجھ پہ انحصار کر رہی ہے' میں الیکشن سے پہلے ان کو چھوڑ جاؤں؟ ہرگز نہیں۔ میں ان کو نہیں چھوڑوں گی۔ وہ میرے لیے اس وقت سب سے اہم ہیں۔ خود سے بھی زیادہ۔''

(انسان کی زندگی میں سب سے اہم کام کون سا ہوتا ہے؟)

''پتری تالیہ.... اس کے ساتھ رہنا تمہارے اوپر مصیبتیں لا سکتا ہے۔'' وہ فکر مند تھا یا شاید بن رہا تھا۔

''تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا ہے۔ اور اس وقت اپنے ساتھ موجود شخص کو بھلائی پہنچانا میرے لیے سب سے اہم ہے۔'' وہ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے تکلیف سے بولی۔ نگاہوں کے سامنے اپنی تمام شناختیں' تمام چہرے' حلیے اور چوریاں گھوم گئیں۔ اگر تفتیش کرنے والوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو....؟

مگر اس نے سر جھٹک دیا۔

''میں تمہارے لیے فکر مند ہوں' تالیہ۔ تم اس کی یادداشتیں تلف نہ کرو مگر ابھی انڈر گراؤنڈ ہو جاؤ۔ وہ وزیر اعظم بن جائے' دس ماہ یا سال کے اندر اندر تم واپس آ جانا اور اس کی مدد کرنا۔''

(انسان کی زندگی میں کسی بھی کام کا سب سے اہم وقت کون سا ہوتا ہے؟)

''نہیں ذوالکفلی۔'' شہزادی نے خود کو دیکھتے گردن دائیں بائیں ہلائی۔ ''جو کرنا ہے ''ابھی'' کرنا ہے۔''

''تالیہ.....'' وہ جیسے غمگین ہوا۔ ''کاش تم نے اپنے تینوں سوالوں کے جواب نہ حاصل کیے ہوتے۔ تم نے اپنی زندگی مزید مشکل بنا دی ہے۔''

''میرے ماضی میں ایسا کچھ نہیں ہے جس کو یاد کرنے سے مجھے فرق پڑے یا وہ مجھے پہلے سے معلوم نہ ہو۔ میری فکر مت کریں۔'' اس نے بے نیازی سے کہہ کے فون رکھ دیا۔ پھر برش اٹھا کے آہستہ آہستہ بالوں میں پھیرنے لگی۔

ویسے بھی ایک بچی کے بچپن کے چند فراموش کردہ سالوں میں ایسا کیا ہو سکتا تھا جو اب اس کی زندگی پہ اثر انداز ہو؟ وہ اتنی دور نکل آئی تھی کہ اب اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

یہ تالیہ بنت مراد کی خوش فہمی کی آخری رات تھی۔

☆☆☆

فاتح کی آنکھ فجر کے قریب ایک جھٹکے سے کھلی۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ پہلے تو ماؤف ہوئے ذہن سے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ کہاں تھا؟ اپنے گھر کے ماسٹر بیڈ روم میں۔ اے سی کی ٹھنڈ میں.... بے خبر سوئی عصرہ کے قریب.... اس نے گہری سانس لی۔

تو وہ سب خواب تھا مگر عجیب سا خواب تھا۔

اس نے خود کو جنگل میں دیکھا تھا۔ حبس اور گرمی میں پسینے سے شرابور.... درختوں کے درمیان ایک گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھی روتی ہوئی لڑکی.... سنہرے بال... کیچڑ آلود کپڑے.... وہ اسے

کہتا ہے کوئی خواہش کرو اور وہ کہتی ہے کہ اسے چاکلیٹ کھانی ہے تب وہ اسے وہ پھل دیتا ہے۔ اس پھل کی خوشبو اسے اب تک محسوس ہو رہی تھی۔

اور جنگل کی گرمی بھی۔

وہ باتھ روم میں آیا اور آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے چہرے پہ پانی ڈالا۔ خواب ابھی تک ذہن میں تازہ تھا۔ وہ لڑکی تالیہ تھی' اور وہ پھل.... پھل نہ جانے کون سا تھا۔ مگر وہ اپنی چیف آف اسٹاف کو خواب میں کسی فینٹسی ورلڈ میں کیوں دیکھ رہا تھا؟

یا اللہ' کیا یہ بڑھتی عمر کا اثر تھا یا ایک خوبصورت عورت کے ساتھ کام کرنے کا نقصان؟

اس نے سر جھٹکا اور زور سے تولیے سے چہرہ رگڑا۔ شاید اسے ڈر تھا کہ اس خواب کا نشان کوئی اس کے چہرے پہ نہ دیکھ لے۔

صبح ناشتے کی میز پہ وہ سوٹ اور ٹائی میں ملبوس' پلیٹ کی طرف متوجہ تھا اور عصرہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جوڑا باندھے' کانوں میں موتی پہنے' نیلے اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس تھی۔ خود بھی کہیں جانے کے لیے تیار لگتی تھی۔ آج کل اس کی مصروفیات بھی بڑھ گئی تھیں۔

''تم نیند میں ڈسٹرب لگ رہے تھے۔'' دفعتاً اس نے تربوز کا شربت گلاس میں انڈیلتے ہوئے غور سے وان فاتح کو دیکھا۔

اس نے پلیٹ پہ جھکے' چھری کانٹے سے انڈا توڑتے ہوئے شانے اچکائے۔

''اچھا.... مجھے پتا نہیں چلا۔''

(ہاں تمہیں پتا نہیں چلا کہ تم نیند میں ''میک یور وش' تالیہ!'' بڑبڑا رہے تھے؟) اس نے اندر ہی اندر بل کھاتے سوچا مگر بظاہر مسکراتی رہی۔

''مجھے لگا کوئی برا خواب دیکھ لیا ہے۔''

''مجھے کھلی آنکھوں والے خوابوں کی عادت ہے۔'' مسکرا کے شانے اچکائے تو عصرہ نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

(تردید نہیں کی۔ واہ۔)

بچے اسکول جا چکے تھے' اس لیے وہ دونوں ناشتے کی طویل میز پہ تنہا بیٹھے تھے۔ ملازم ناشتہ لگا کے ہٹ چکے تھے۔ کھڑکی سے باہر اس کی کار کے ساتھ ڈرائیور قمر (جو آدھا باڈی مین بھی تھا) اور گارڈز کھڑے نظر آتے تھے۔

''تالیہ آج نہیں آئی۔ وہ اب اکثر نہیں آتی۔'' عصرہ نے کھڑکی کو دیکھتے ہوئے کان کے موتی پہ انگلی پھیرتے پوچھا۔

''اشعر تاشہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔ میں نے کل اسے کہا کہ وہ اس سے بات کر لے۔'' اس نے صرف تالیہ کا نام سنا تو جیسے بتانا یاد آیا۔

''اس کا نام تالیہ ہے' فاتح.... اور وہ تو شادی شدہ ہے۔ نہیں؟'' تحمل سے یاد دلایا۔

''اس نے ایک روز مجھے بتایا تھا کہ اس کی شادی ختم ہونے والی ہے۔''

''چلو اچھا ہے کہ وہ اپنے مسئلے بتاتی رہتی ہے۔ اچھے کولیگز کو ایک دوسرے کا یونہی خیال رکھنا چاہیے۔''

مسکرا کے سادگی سے کہہ رہی تھی۔ فاتح اب نیپکین سے ہاتھ پونچھ رہا تھا۔ اس کی نظریں پلیٹ پہ تھیں اور عصرہ کی چبھتی نظریں اس کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔

''میرا فون چارج ہو گیا ہو تو لے آؤ۔'' وہ کرسی دھکیل کے اٹھا اور کوٹ پہنتے ہوئے یاد دلایا۔ عصرہ کی بات کو نظر انداز کیا۔ مگر وہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی تھی۔ کوئی تو چور تھا وان فاتح کے دل میں۔

وہ اندر آئی اور اس کا فون بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا۔ چارجر پن نکالی تو اسکرین روشن ہوئی۔ عصرہ نے لمحے بھر کو سوچا' پھر کول بٹن دبایا۔ پرانا پاسورڈ درج کیا۔ 2580۔ اوپر سے نیچے قطار کی صورت۔ مگر فون نے کھلنے سے انکار کر دیا۔

''تم نے پاسورڈ بدل دیا ہے فون کا؟ مجھے کال کرنے کے لیے کھولنا پڑا تو کھلا نہیں۔''

"پتا نہیں۔ تاشہ پاسورڈز بدلتی رہتی ہے اور اینٹی وائرس ڈالتی رہتی ہے تاکہ فون ہیک نہ ہو۔ میں تو فنگر پرنٹ سے کھولتا ہوں۔" اس نے سرسری سا کہتے ہوئے فون لیا اور لاپروائی سے جیب میں ڈالتا' کوٹ کی نادیدہ سلوٹیں درست کرتا آگے بڑھ گیا۔

عصرہ طنزیہ مسکرادی۔

اس کے جانے کے بعد وہ کمرے میں آئی' دروازہ بند کیا' اور غصے سے کلپ نوچ کے دیوار پہ مارا۔ سارے بال آبشار کی طرح کمر پہ گرتے چلے گئے۔

"تاشہ... تاشہ... تاشہ....." اس نے دونوں مٹھیاں کنپٹیوں پہ رکھ لیں اور دبی آواز میں چلائی۔ "میری آدھی عمر آریانہ آریانہ سنتے بیت گئی اور اب یہ تاشہ....."

دیوار پہ لگے بیضوی آئینے میں وہ غیض و غضب کی تصویر بنی نظر آرہی تھی۔

"وہ سمجھتا ہے کہ تالیہ اور اس کے درمیان جو بھی چل رہا ہے' وہ میرے سامنے اپنا "ایماندار اور سچا" امیج قائم رکھے گا؟ وہ سمجھتا ہے کہ میں بے وقوف ہوں؟"

وہ قدم قدم چلتی قریب آئی اور اپنے عکس کو دیکھا۔ بھیگی آنکھوں نے کاجل کو پھیلا دیا تھا اور بال شانوں پہ بکھرے تھے۔ اس نے کلینزر کی بوتل پوروں پہ انڈیلی اور پھر اسے آنکھوں تلے لگایا۔

"فاتح رامزل..... میں تمہارا پردہ چاک کر کے دکھاؤں گی۔ بس اس الیکشن کو گزر جانے دو۔"

وہ ٹشو سے اب آنکھ کے کنارے صاف کر رہی تھی۔

"میں بے وقوف عورتوں کی طرح روز روز تم پہ شک نہیں کروں گی۔ میں ثبوت کے ساتھ ایک ہی دفعہ تمہیں شرمندہ کروں گی۔ تب تک جتنے تعلقات نبھانے ہیں تالیہ مراد سے' نباہ لو۔" رگڑ کے کاجل صاف کیا تو آنکھیں سرخ پڑنے لگیں۔

"اور تالیہ مراد..... میں نے تمہیں سمجھنے میں دیر کردی۔" وہ اب سنبھلے ہوئے انداز میں بالوں کو واپس لپیٹ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں اپنی دوست بنایا تاکہ تم اشعر کی زندگی کی ساتھی بن سکو لیکن تم تو میرے ہی ساتھی کے پیچھے پڑ گئیں۔ میری نظروں سے کچھ بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ یاد رکھنا' فاتح صرف عصرہ کا رہے گا۔ اگر نہیں تو پھر کسی کا نہیں ہو سکے گا۔"

اس نے کس کے جوڑا بنایا' پھر چہرے پہ میک اپ فکسر کو اسپرے کیا اور مسکرائی۔ خوبصورت سیاسی بیوی کی رسمی مسکراہٹ۔ اور پرس اٹھالیا۔

وہ آج پھر ایک جگہ مدعو تھی اور اسے اپنے اس کردار کو بخوبی نبھانا تھا۔

دان فاتح کے لیے نہیں۔ خود اپنے لیے۔

☆☆☆

لفٹ اوپر کی طرف گامزن تھی۔ باریسن نیشنل کا آفس چند منزلیں دور رہ گیا تھا۔ اندر تنہا کھڑی تالیہ منزلوں کے بدلتے نمبرز دیکھ رہی تھی۔ اے لائن قمیص کے اوپر اس نے سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا اور بالوں کی مانگ نکال کے پونی بنا رکھی تھی۔ چہرہ مطمئن اور پرسکون تھا۔ وہ اچھی نیند لے کر اٹھی تھی اور کسی خواب' کسی یادداشت نے اسے نہیں ستایا تھا۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو اس نے آفس کی لابی میں قدم رکھا۔ سامنے ریسیپشن ڈیسک پہ اس کی جانب پشت کیے کھڑا اشعر ریسپشنسٹ سے کچھ کہہ رہا تھا۔ کسی خیال کے تحت مڑا تو تالیہ پہ نظر پڑی۔

وہ بھی اس کے عین سامنے آ کے رک گئی۔ نظریں اس کی گردن پہ لگے کٹ پہ ٹھہر گئیں۔ پھر اس کے چہرے کو دیکھا۔

اشعر محمود کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے راستہ دینے کے لیے ہٹ گیا تو وہ آگے بڑھ گئی۔ اشعر بھی پیچھے آیا۔ وہ یقیناً اپنے آفس جا رہا تھا۔

تالیہ آگے چلتی اس کے ہی آفس کے دروازے پہ جا رکی اور پھر اس کی طرف گھومی۔ وہ

چونکا۔

"کل رات کے لیے سوری' ایش۔" وہ مصالحتی مگر سنجیدہ انداز میں بولی۔ "مجھے اتنی جارحیت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ دونوں اس کے آفس کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور فی الوقت راہداری میں کوئی نہ تھا۔

"بالکل۔ آپ کو نہیں کرنا چاہیے تھا مگر....." وہ اس کی معذرت پہ متعجب ہوا تھا۔ "آپ کا غصہ فطری تھا۔"

"خیر... اب وہ معاملہ سیٹل ہو چکا ہے۔ میں نے عصرہ سے بات کر لی تھی۔ وہ بھی اپنے عمل پہ شرمندہ تھیں۔ ان کو افسوس ہے کہ انہوں نے آپ سے ایسا کام کیوں کروایا۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔

اشعر نے گہری سانس بھری۔

"ان کا قصور نہیں ہے' وہ صرف....."

"قصور آپ دونوں کا ہے' ایش۔ مجھے گلہ صرف یہ ہے کہ آپ لوگ ڈائریکٹ صوفیہ رحمن کے پاس چلے گئے۔ اگر آپ کو مجھ سے مسئلہ تھا تو آپ میرے پاس آتے' ایک دفعہ تو مجھ سے کہتے کہ تالیہ تم یہ جاب چھوڑ دو' ہم تمہیں اپنے اردگرد برداشت نہیں کر سکتے۔ کہہ کے تو دیکھتے۔" وہ دکھ سے بولی تو اشعر نے مزید تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں آپ سے یہ کہتا تو آپ کیا کرتیں؟"

"میں کیا کرتی؟" وہ دو قدم آگے آئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"میں آپ کی شہ رگ پہ خنجر رکھ کے کہتی کہ تالیہ مراد اس آفس سے کہیں نہیں جا رہی' اور اگر کسی نے اسے نکالنے کی کوشش کی تو وہ جان سے جائے گا۔" پھر اس کی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ "مگر اس کے لیے سوری۔"

اشعر کا تعجب عنقا ہوا۔ لبوں پہ زخمی مسکراہٹ در آئی۔ لمحے بھر کو اس کا معذرت خواہانہ انداز دیکھ کے اسے عجیب سا لگا تھا مگر تالیہ ویسی ہی تھی' جیسی ہمیشہ ہوتی تھی۔ دیکھ کے اچھا لگا تھا۔

وہ آگے بڑھ گئی تو اس نے بشاشت سے پکارا۔

"کانفرنس روم میں آ جائیے' چے تالیہ۔ باس پہنچنے والے ہیں۔ ایک ضروری امر زیرِ غور ہے۔"

وہ مڑی نہیں' بس سر ہلا کے آگے چلتی گئی۔

☆☆☆

سوپ پارلر اس صبح قدرے ویران پڑا تھا کیونکہ "ملے" دیر سے بیدار ہونے والی قوم تھی اور ایسی جگہوں پہ رش دوپہر کے بعد ہی بڑھتا تھا۔ فی الوقت میزیں خالی دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے میں ریسپشنسٹ ہو یا موپ لگاتا لڑکا' سب کن انکھیوں سے درمیانی میز پہ بیٹھے بوڑھے شیف کو نو وارد آدمیوں سے بات کرتے دیکھ رہے تھے۔

پراسیکیوٹر احمد نظام آگے کو جھکے شیف کی آنکھوں کو پڑھ رہے تھے اور ساتھ بیٹھا انویسٹی گیٹر باری باری دونوں کو دیکھتا تھا۔

بوڑھا شیف ہاتھ میں پکڑی انلارج تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ لڑکی... آپ پوچھ رہے ہیں کہ یہ ہمارے پاس کام کرتی تھی یا نہیں؟"

"میں کورٹ سے ایک آرڈر لا کے آپ کے ریستوران کے اردگرد تمام دکانوں کے سی سی ٹی وی فوٹیج نکلوا سکتا ہوں' شیف صاحب۔ لیکن میں نے سوچا کہ پہلے آپ سے پوچھ لوں تاکہ....."

"تو پوچھیے نا۔" شیف نے مسکرا کے تصویر واپس رکھی اور پیچھے کو ہو کے بیٹھا۔

"یہ لڑکی تالیہ مراد اس ریستوران میں جاب کرتی تھی کیا؟" پراسیکیوٹر نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے پوچھا۔

"جی۔ بالکل۔ اس نے چند ماہ یہاں جاب کی تھی۔ کیا آپ کو کاغذی ثبوت بھی فراہم کر دوں؟"

شیف کا جواب پراسیکیوٹر کے لیے غیر متوقع تھا۔ انہوں نے چونک کے انویسٹی گیٹر کو دیکھا۔ وہ

بھی سیدھا ہو کے بیٹھ گیا۔
"بالکل ۔ مجھے تمام ڈیٹا چاہیے ۔ ایک ایک چیز۔"
"میں ہر چیز نکال لاتا ہوں۔ اور ہاں.... وہ اس ریستوران کے علاوہ تنگو کامل کے گھر بھی کام کرتی تھی ۔ ان سے واقف ہیں آپ ؟ وہ ان کی ملازمہ تھی۔"
"نہیں۔ ان کا کوئی ایڈریس وغیرہ ہے آپ کے پاس؟" پراسیکیوٹر احمد نظام بالکل سیدھے ہو چکے تھے۔ ان کا جوش بڑھتا جارہا تھا۔
"بالکل ہے ۔ میں ابھی لاتا ہوں۔" شیف سادگی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔
ریسپشنسٹ' سوئیپر ز' ویٹرز سب کن انکھیوں سے ان افراد کو دیکھ رہے تھے جواب دبی دبی پر جوش سرگوشیوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ بالآخر ان کے ہاتھ ایک ٹھوس ثبوت لگا تھا۔

☆☆☆

کانفرنس روم میں اس وقت محض وہ تینوں موجود تھے۔ فاتح کھڑا دیوار پہ نصب اسکرین کو دیکھ رہا تھا جبکہ تالیہ اور اشعر اس کے دائیں بائیں کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔ آفس کی ایک مصروف صبح کا آغاز ہو چکا تھا اور اسکرین پہ حاکمی کو دکھایا جارہا تھا۔ حاکمی درمیانے قد والا سیاستدان تھا جو پارٹی انتخابات میں وان فاتح کا مخالف امیدوار تھا۔
پاریسن نیشنل کے صدر کے لیے ہر پانچ سال بعد الیکشن (چناؤ) منعقد کیا جاتا تھا۔ جو شخص صدر بنتا' پارٹی کی حکومت آنے پہ اسی کو وزیراعظم بنایا جاتا تھا۔ چونکہ پارٹی اس وقت اپوزیشن میں تھی' اس لیے سرکاری ٹی وی چینلز بی این کے انتخابات کی کوریج نہیں کرتے تھے۔ یہ انتخابات عام انتخابات کی طرح پولنگ اسٹیشنز پہ بیلٹ پیپر کے ذریعے نہیں ہوتے تھے بلکہ اس میں صرف ان ڈھائی لاکھ لوگوں نے حصہ لینا تھا جو پارٹی کے ممبرز تھے۔
الیکشن والے دن ان ممبرز نے اپنے فون سے پارٹی کی ویب سائٹ پہ جا کے اپنا شناختی کارڈ نمبر درج کر کے کسی ایک امیدوار کو ووٹ دینا تھا۔ چونکہ یہ انتخاب سوشل میڈیا کے ذریعے ہونا تھا' اس لیے اس کی ساری مہم بھی سوشل میڈیا پہ چلائی جارہی تھی ۔ اس وقت اسکرین پہ ان کے سامنے حاکمی کے فیس بک پیج پہ اپ لوڈ کی گئی ایک ویڈیو دکھائی جارہی تھی جس میں حاکمی اور اس کی بیوی ایپرن پہنے کسی مسجد کے باہر گھاس پہ کھڑے چاول پلیٹوں میں بھر بھر کے بچوں میں تقسیم کر رہے تھے۔ یہ کسی چیریٹی ایونٹ کی ویڈیو تھی جس میں (بقول رپورٹ کے) وہ میاں بیوی باقاعدگی سے حصہ لیتے تھے۔ کمیونٹی سروس کی اس خوبصورت مثال کو وہاں ہجوم میں کھڑے لوگ سراہ رہے تھے۔ باری باری یتیم بچے اپنا پیالہ لاتے اور سیاستدان صاحب مسکرا کے اس کو چاولوں سے بھر دیتے۔
ہر گزرتے بچے کے ساتھ وان فاتح کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔
اشعر نے ریموٹ اٹھا کے اسکرین بجھائی اور کرسی فاتح کی طرف گھمائی جو ناخوش لگ رہا تھا۔
"حاکمی بھی یتیم خانوں کا دورہ نہیں کرتا۔ میں اسے جانتا ہوں۔"
"ہم سب اسے جانتے ہیں' آبنگ۔ مگر آپ کی چائے والی ویڈیو اتنی مشہور ہوئی کہ حاکمی کو یہ اسٹنٹ کرنا پڑا۔"
"یعنی حاکمی نے ہماری نقل کی ہے۔ واؤ۔" وہ سر جھٹک کے بولی تو فاتح نے نظروں کا رخ پھیر کے اسے دیکھا۔ وہ سنہرے بالوں کی بیچ کی مانگ نکال کے پونی بنائے' سیاہ کوٹ میں سنجیدہ سی لگ رہی تھی۔
اس کے ذہن میں صبح دیکھا گیا خواب ابھرا۔ کیچڑ اور سرخ مٹی سے لت پت' چہرے والی تالیہ جسے وہ جھک کے کہہ رہا تھا۔
"کوئی خواہش کرو۔"
اس پھل کی خوشبو ابھی تک اس کے نتھنوں میں محسوس ہوتی تھی....

فاتح نے سر جھٹکا اور میٹنگ پہ توجہ دی۔

تالیہ کہہ رہی تھی۔ "اور اب حاکی کی ویڈیو بھی مشہور ہو رہی ہے۔ سوشل میڈیا پہ لوگ اچھی چیز کم اور مشہور چیز زیادہ دیکھتے ہیں۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے۔" اشعر نے ہاتھ جھاڑے۔ "ہم کوئی نیا اسٹنٹ کر لیتے ہیں' جو اس ویڈیو کو ماند کر دے۔"

مگر فاتح نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔ دونوں پہلوؤں پہ ہاتھ جمائے کھڑا وہ اکتایا ہوا لگتا تھا۔

"کسی کی لکیر کو چھوٹا کرنے کے لیے اسے کاٹنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس سے بڑی لکیر لگانی پڑتی ہے۔ اس سے مقابلے کے بجائے اس سے بہتر کام کرنے کی کوشش کرو۔" وہ ناخوشی سے کہہ کے مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

اشعر نے بے اختیار تالیہ کو دیکھا۔

"میں یہی تو کہہ رہا تھا۔ ہم اس سے بہتر اسٹنٹ کر سکتے ہیں۔"

وہ سر جھکائے فولڈر میں کاغذات ڈالنے لگی۔ "ان کو اسٹنٹ کرنا پسند نہیں ہے۔ ہم ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔"

"چائے کا اسٹال بھی تو ہم نے ان کو بغیر بتائے منتخب کیا تھا' بے تالیہ۔"

"تب ہم ٹیم تھے اور ہم میں سے کسی ایک نے دوسرے سے غداری کی کوشش نہیں کی تھی۔" کھٹاک سے فولڈر بند کیا اور چیخ کے بولی۔

"وان فاتح نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں آپ سے بہتر تعلقات کا خواہاں ہوں تو مجھے آپ سے سچ بول کے تمام معاملات درست کر لینے چاہئیں۔ پہلی دفعہ میں نے ان کی نصیحت مانی اور اس کا نقصان ہی ہوا۔" وہ تلخ ہوا۔

(بہتر تعلقات؟) وہ لمحے بھر کو سن رہ گئی۔ اشعر نے پہلی دفعہ اتنے ڈائریکٹ انداز میں بات کی تھی۔ تو کیا وہ اور فاتح اسے ڈسکس کرتے رہے تھے؟

"یہ نصیحت آپ کو وان فاتح نے کی تھی؟" اس کے گال سرخ ہوئے۔

"بالکل۔ آپ ان سے کنفرم کر لیجیے۔" وہ تلخی سے کہہ کے اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔

باہر نکلا تو فاتح راہداری میں جا رہا تھا۔ ساتھ ہی فون پہ کچھ ٹائپ بھی کر رہا تھا۔ کن انکھیوں سے اسے آتے دیکھا تو سرسری سا پوچھا۔

"تم نے تاشہ سے اپنے معاملات درست کر لیے؟"

"نہیں۔ مزید بگڑ گئے ہیں۔ اب وہ میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

اشعر کڑواہٹ سے کہہ کے آگے بڑھ گیا تو وہ چونک کے اسے جاتے دیکھنے لگا۔

صبح تک اسے لگا تھا کہ 'اشعر اور تالیہ' کا ایک ہونا "ممکن" ہے مگر یہاں تو....؟

خیر... اسے دکھ نہیں ہوا تھا۔ پتا نہیں کیوں۔ محض شانے اچکائے اور اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پہ وہ ٹھہرا۔ تالیہ کی میز کرسی اس کے آفس کے باہر بچھی تھی اور اس پہ اس کی چیزیں رکھی تھیں۔

وہاں کوئی مانوس خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ چونک کے میز کو دیکھا جس پہ ایک چھوٹی ٹوکری میں تین کوکو فروٹ رکھے تھے۔

کسی سحر زدہ لمحے کے زیر اثر فاتح نے ہاتھ بڑھایا اور ایک پھل اٹھایا۔ اس پھل کی کھردری جلد' رنگ.... سب وہی تھا۔

"کھائیں گے؟" تالیہ کی آواز پہ چونکا۔

وہ ہال کی چوکھٹ پہ کھڑی مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ فاتح نے اونہوں کہتے ہوئے آہستہ سے پھل رکھ دیا۔

"یہ وہی پھل ہے نا جو تمہارا شوہر تمہیں بھیجتا ہے۔" سرسری سا پوچھا۔

وہ آگے آئی اور اپنی چیزیں میز پہ رکھیں۔ پھر

ان کو ترتیب سے رکھنے لگی۔ سر جھکانے سے سنہری پونی دائیں بائیں جھولنے لگی تھی۔

"جی۔ اسے لگتا ہے مجھے یہ بہت پسند ہیں۔"

"تو نہیں پسند کیا؟"

تالیہ نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ "ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے جس میں وہ اچھی لگتی ہے۔ بار بار دہرانے سے وہ اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ مجھے یہ پھل صرف تب اچھا لگا تھا جب.... خیر۔" اس نے سر جھٹکا۔ جنگل والا واقعہ یاد آیا تھا۔

"جب؟"

"میری سالگرہ پہ اس نے مجھ سے میری خواہش پوچھی تو میں نے کہا کہ مجھے چاکلیٹ کھانی ہے اور اس نے یہ پھل لا دیا۔ اس کے اندر کا گودا اس وقت چاکلیٹ جیسا لگا تھا۔ اب نہیں لگتا۔"

"اس نے چاکلیٹ کیوں نہیں دی؟"

تالیہ نے سر اٹھا کے اسے دیکھا اور سادگی سے بولی۔ "کیونکہ ہم اس وقت جنگل میں تھے' سر.... اور جنگلوں میں پسند کی چیزیں نہیں ملتیں۔"

لمحے بھر کو وان فاتح ساکت رہ گیا۔ پلک تک نہ جھپک سکا۔

عجیب De Ja vu (ایسی صورت حال جو لگے کہ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے) جیسا احساس تھا جو اس کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔ کچھ ایسا ہی دیکھا تھا اس نے خواب میں؟

پھر بدقت وہ مسکرایا اور "ہوں" کہہ کے آگے بڑھ گیا۔

(شاید اس نے مجھے یہ کہانی پہلے بھی سنائی ہو تبھی میرا لاشعور اسے خواب کی صورت میرے سامنے لے آیا ہو۔ میں چیزیں بھولنے لگا ہوں۔ شاید میں بوڑھا ہو رہا ہوں۔) اس نے ذہن سے ہر خیال کو جھٹکتے ہوئے خود کو تسلی دی۔

جتنا وہ اس خواب کو یاد کرنے کی کوشش کرتا' اتنا وہ ذہن سے محو ہونے لگتا۔

تالیہ نے کن اکھیوں سے اسے اندر جاتے دیکھا اور سوچا۔ (کیا اسے کچھ یاد آیا تھا؟ اس نے اسی پھل کے بارے میں کیوں پوچھا؟ شاید ایسے ہی۔) وہ مشکوک سی نظروں سے بند دروازے کو دیکھتی اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

☆☆☆

ایڈم بن محمد کے چھوٹے سے گھر کے باغیچے میں مرغی گھاس چگتی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے چوزے اب بڑے ہو چکے تھے اور چوں چوں کرتے اس کے آگے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ برآمدہ خالی پڑا تھا اور راہداری کا دروازہ کھلا تھا۔ کچن سے مسالوں کی خوشبو اور برتنوں کے کھڑکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

بھاری بھرکم داتن شاپنگ بیگز اٹھائے برآمدے میں کھڑی تھی۔ زور سے سلام جھاڑا تو ایڈم کی ماں تولیے سے ہاتھ پونچھتی راہداری میں آئی اور تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں لیانہ صابری ہوں۔ ایڈم سے ملنا ہے۔"

ماں نے اچنبھے سے اس ڈھیلے سے جبے میں ملبوس فربہ عورت کو دیکھا جس کے گھنگریالے بال کندھوں تک آتے تھے اور وہ اسے دیکھ کے پلکیں جھپکا جھپکا کے مسکرائی تھی۔

"میں ایڈم کو بلاتی ہوں۔" وہ اسے سر سے پیر تک دیکھتی اندر چلی گئی۔

ایڈم کاغذوں کا ڈھیر پھیلائے بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ پین سے مختلف جگہوں پہ نشان لگا رہا تھا۔ ماں اس کے سر پہ جا کے غرائی۔

"یہ تم سے ملنے عجیب عجیب لوگ کیوں ہر روز چلے آتے ہیں؟"

"اب کون آیا ہے؟"

"ایک امیر سی عورت۔" ماں کی نظروں میں اس کے ہاتھوں میں پکڑے ڈیزائنر شاپنگ کے بیگز گھوم گئے۔

ایڈم نے گہری سانس لے کر کاغذ اکٹھے کیے۔ لبوں پہ مسکراہٹ در آئی تھی۔

"وہ ایک شہزادیوں جیسی خوب صورت اور رحم

دل لڑکی ہے' ایبو۔ اس میں عجیب کیا ہے۔"
پھر سر اٹھایا تو ماں بے یقینی سے اسے گھور رہی تھی۔ وہ چونکا۔
"چے تالیہ آئی ہیں نا؟" ایبو نے دائیں بائیں نفی میں گردن ہلائی تو وہ کاغذ چھوڑ کے تیزی سے باہر بھاگا۔
برآمدے میں آرام کرسی پہ داتن پیروں کی قینچی جمائے بیٹھی موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ میز پہ شاپنگ بیگ رکھے تھے۔
وہ کمر پہ ہاتھ جمائے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تو دھوپ کا راستہ رک گیا۔
"یہ آپ کیا اٹھا لائی ہیں۔"
داتن نے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ "میں چاہتی ہوں کہ تم جتنے اچھے نظر آ سکتے ہو' اتنے نظر بھی آؤ۔"
ایڈم کے ہاتھ پہلوؤں میں جا گرے۔ حیران سا ہو کے ان کے سامنے کرسی کھینچ کے بیٹھا۔
"آپ مجھ سے کیا کروانا چاہ رہی ہیں۔"
"تم نے کچھ نہیں کرنا۔ تم اب ایک معروف اخبار کے رپورٹر ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم سیلیبریٹی رپورٹر بن جاؤ۔ ویسے تو اپنی کنسلٹنسی کی میں فیس لیا کرتی ہوں لیکن تم تالیہ کے دوست ہو تو تمہیں میں معاف کرتی ہوں۔"
شان بے نیازی سے ہاتھ جھلایا۔ ایڈم نے آنکھیں سکوڑ کے اسے دیکھا اور پھر آگے کو جھک کے ان بیگز میں جھانکا۔
"برانڈڈ سوٹ' جوتے' شرٹس' گھڑی۔ اور یہ ہیئر موز' پرفیومز۔ اف داتن.... اس سب کی کیا ضرورت تھی۔" وہ شرمندہ ہوا۔
"یہ سب ضروری ہے اور اب تم میرے ساتھ میری دوست کے سیلون چل رہے ہو جہاں تمہارا نیا ہیئر کٹ کیا جائے گا' تمہیں گروم کیا جائے گا' تمہیں بڑے اینکرز کی طرح اوڑھنا پہننا سکھایا جائے گا۔ پھر تم جم جاؤ گے۔ گو کہ تم پتلے ہو مگر تمہیں شیپ میں آنے کی ضرورت ہے۔ اور پھر....."
"آپ مجھے چے تالیہ کے قابل بنانا چاہتی ہیں؟" وہ زخمی سا مسکرایا تو داتن نے گہری سانس لی۔
"تم کسی بھی طرح وان فاتح سے کم نہیں ہو۔ کپڑوں جوتوں سے بہت فرق پڑتا ہے۔ ابھی وان فاتح کو عام سا لباس پہنا دو تو کوئی اسے دیکھے گا بھی نہیں۔"
"وہ جیا میں معمولی لباس پہن کے ہی جایا کرتے تھے اور چے تالیہ ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا کرتی تھیں۔"
اس کی مسکراہٹ کا زخمی پن گہرا ہوا۔ داتن نے گہری سانس لی اور آگے ہو کر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
"تم ایمان داری سے اسے حاصل کرنا چاہتے تھے نا؟ ایمان داری میں مشقت ہے۔ اور قیمتی انسان مشقت کے بغیر نہیں حاصل کیے جا سکتے' ایڈم بن محمد۔ خود پہ محنت کرو اور اپنی ذات میں اعتماد لاؤ۔ اگر اس کے بعد بھی وہ تمہیں ٹھکرا دے تو قسمت کو الزام دینا' خود کو نہیں۔ کیونکہ جب انسان خود کو الزام دینے لگے تو رشتہ ٹوٹنے کے غم کو سروائیو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"
وہ چند لمحے اداسی سے اسے دیکھے گیا' پھر مسکرا کے سر ہلایا۔ "او کے۔ تو اب ہم سیلون چل رہے ہیں؟"
"ہاں' اب ہم سیلون چل رہے ہیں۔" داتن بھی مسکرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔
اگر اسے تالیہ کی نظروں میں خود کو کسی قابل بنانے کے لیے محنت کرنی تھی' تو وہ کرے گا۔
اگر زندگی چانس کا دوسرا نام ہے' تو ایک چانس وہ بھی لے گا۔ گھر سے نکلتے وقت اس نے طے کر لیا تھا۔

☆☆☆

وان فاتح کی رہائش گاہ کا گیٹ کھلا تھا اور اندر ایک کار جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ عصرہ محمود جو کہ

ابھی ابھی تیار ہو کے پورچ میں آئی تھی' اندر آتی کار کو دیکھ کے وہیں ٹھہر گئی۔ ڈرائیور اس کے لیے دروازہ کھولے کھڑا منتظر تھا اور وہ اس کار کو رکتے ہوئے دیکھ رہی تھی' جس کے اندر اشعر بیٹھا تھا۔

''تم کہیں جا رہی تھیں' کا کا؟''

وہ کار سے باہر نکلا اور اس کی طرف آیا۔ عصرہ کو دیکھتے ہی نظروں میں ستائش در آئی تھی۔ سبز اسکرٹ بلاؤز کے اوپر زرد اسٹول سر پہ اوڑھے' وہ کانوں میں ہیرے پہنے بہت باوقار لگ رہی تھی۔ آنکھیں البتہ مشکوک انداز میں اس پہ جمی تھیں۔

''ہاں۔ دن میں کئی جگہوں پہ جانا پڑتا ہے۔ تم اس وقت یہاں؟''

وہ ناشتے کے وقت آیا کرتا تھا یا رات میں۔ یوں کام کے اوقات میں کب آتا تھا۔

''فون پہ بات کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے خود آ گیا۔'' ساتھ ہی اشعر نے ہاتھ کے خفیف سے اشارے سے ارد گرد کھڑے گارڈز اور ڈرائیور کو دور جانے کا کہا۔ وہ فوراً وہاں سے ہٹ گئے۔ اب وہ دونوں عصرہ کی کار کے پاس آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''وہ بہت ناراض ہے مجھ سے' کا کا۔ ہمیں اس کے خلاف یہ چال نہیں چلنی چاہیے تھی۔''

''کون؟'' عصرہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

''تالیہ اور کون۔'' پھر وہ ٹھٹکا۔ ''اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے صبح اسے خود سارے معاملے سے آگاہ کر دیا ہے کہ صوفیہ رحمٰن کے پاس عثمان کو بھیجنے کا آئیڈیا آپ کا تھا۔''

''یا اللہ' ایش!'' عصرہ دنگ رہ گئی۔ ''میری تو اس سے کل سے بات ہی نہیں ہوئی۔''

اشعر نے گہری سانس لی۔

''مجھے شک تھا۔''

''ایش تم کیا کہہ رہے ہو۔ تالیہ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم اس کے خلاف تفتیش شروع کروا رہے تھے؟''

''ظاہر ہے میں نے بتایا تھا مگر آپ کا نام نہیں لیا تھا.....'' اس نے سمجھ کے سر جھٹکا۔ ''اس نے خود ہی بھانپ لیا کہ اس میں آپ کا ہاتھ ہے۔ بہر حال ہمیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور.....''

لیکن عصرہ کی سوئی ایک ہی بات پہ اٹک گئی تھی۔

''تم نے اسے......تم نے اسے خود بتا دیا؟'' اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ''مگر کیوں' ایش!''

اشعر نے کار سے ٹیک لگائی اور شانے اچکائے۔

''آبنگ نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اس سے سچ بولنا چاہیے۔''

''سچ' مائی فٹ۔'' وہ ایک دم غصے سے غرائی۔ ''تم نے فاتح کو تو نہیں بتایا نا؟''

''نہیں.... اور میرا نہیں خیال' وہ ان کو بتائے گی۔''

''تم کس دنیا میں رہتے ہو اشعر محمود؟ یا اللہ.... یا اللہ!'' لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ عصرہ دبا دبا چلائی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اشعر کا منہ نوچ لے۔

''وہ دونوں تمہیں بے وقوف بنا رہے ہیں۔ وہ لڑکی یہاں کیریئر بنانے نہیں آئی۔ وہ فاتح بن رامزل کو حاصل کرنے آئی ہے۔ وہ.... وہ مکار gold-digger میرے شوہر کے پیچھے ہے' تمہارے نہیں۔''

اشعر ایک دم سیدھا ہوا۔ اس پہ جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کی بالٹی الٹ دی تھی۔

''واٹ؟''

''تم ان کے ساتھ رہتے ہو اور تمہیں کچھ محسوس نہیں ہوا؟ کہاں گیا میرا عیار اور شاطر بھائی؟ اور کہاں سے آ گیا یہ بے وقوف مرد جس کی آنکھوں پہ تالیہ مراد نامی پٹی بندھ گئی ہے؟'' وہ پھنکار رہی تھی اور وہ سن سا کھڑا تھا۔

''فاتح آہنگ اور تالیہ....'' اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

''اپنی آنکھوں سے یہ پٹی اتارو اور اپنے اردگرد دیکھو ایش۔ وہ دونوں ہمارے ساتھ کھیل کھیل رہے ہیں۔ جب اس نظر سے دیکھو گے تو سب سمجھ میں آجائے گا۔'' غصے سے بولتے ہوئے اس نے ڈرائیور کو آواز دی تو اشعر دھیرے سے ایک طرف ہٹا۔

''اپنی کار ہٹاؤ۔ مجھے ایک سیمینار میں جانا ہے۔ سارا موڈ برباد کردیا تم نے میرا۔'' وہ برہمی سے کہتی اب اندر بیٹھ رہی تھی۔

''اے سی چلاؤ۔ فل۔''

ڈرائیور نے کار باہر نکالی تو پیچھے بیٹھی عصرہ نے نخوت سے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اشعر کی بے وقوفی نے تالیہ مراد کو عصرہ محمود کی راہ دکھادی تھی۔ تالیہ جانتی تھی کہ اشعر یہ کہانی عصرہ سے کنفرم ضرور کرے گا۔

یہ اس کی عصرہ کے لیے دھمکی تھی۔ وہ آخر کیا ثابت کرنا چاہتی تھی؟

اے سی کے باوجود عصرہ کو ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔ ذہن کا پردہ خوف اور طیش کے بادلوں میں دھندلا ہو رہا تھا۔

☆☆☆

آج کے ایل پہ بارش نہیں برسی تھی اور فضا شدید حبس آلود تھی۔ بھری دوپہر میں باہر پھرتے لوگ پسینے میں نہائے ہوئے تھے۔ البتہ عمارتوں کے اندر اے سی کے باعث ماحول بہتر تھا۔

ایسے میں داتن اور ایڈم ایک ٹھنڈے ریستوران میں بیٹھے تھے۔ داتن مینیو کارڈ لیے آرڈر کررہی تھی اور وہ سامنے بیٹھا سوچ میں گم دکھائی دیتا تھا۔ ویٹرس اس کے سامنے کھڑی آرڈر نوٹ کررہی تھی۔ اس کی آستینیں چھوٹی تھیں اور گندمی بازو دکھائی دے رہے تھے۔

''اور کچھ لو گے؟'' داتن نے فیاضی سے کارڈ رکھ کے اسے مخاطب کیا تو ویٹرس اس کی طرف گھومی۔ ایڈم مسکرا کے نفی میں سر ہلانے لگا' پھر چونکا اور لڑکی کے بازو کو دیکھا۔ اس پہ تین سرخ نشان تھے' جیسے کسی نے ہاتھ سے زور سے پکڑا ہو اور انگلیاں نشان چھوڑ گئی ہوں۔

''کسی نے مارا ہے تمہیں؟''

لڑکی چونکی۔ فوراً اپنے بازو کو دیکھا اور پھر اسے پیچھے کرلیا۔

''آپ کچھ مزید لیں گے سر؟'' ذرا برہمی سے پوچھا تو ایڈم نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ وہ خفت سے اسے گھورتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

''ہر جگہ انویسٹی گیٹیو جرنلسٹ نہ بن جایا کرو' لڑکے۔'' داتن نے ٹوکا تو وہ سیدھا ہوا اور مسکرا کے شانے اچکائے۔

''کچھ عادتیں زندگی کے ساتھ ہی جاتی ہیں۔''

''اسی عادت نے تمہیں تالیہ مراد سے متعارف کروایا تھا۔ تم نے بدلے ہوئے حلیے میں بھی پہچان لیا تھا کہ وہ تنکو کامل کی ملازمہ ہے۔ تم اپنا آئی کیو ٹیسٹ کیوں نہیں کرواتے؟''

''تاکہ تالیہ کو متاثر کرسکوں؟ جانے دیں' داتن۔'' اس نے مسکرا کے پانی کا گلاس اٹھایا۔ جانتا تھا داتن اس وقت اس کو تالیہ کے ساتھ سیٹ کرنے کی بھرپور کوشش میں لگی تھی۔

''ڈین براؤن کے ناولز میں ذہین لوگوں کا آئی کیو 170 یا 190 سے بھی اوپر ہوتا ہے' مگر شکر ہے تالیہ نے ڈین براؤن کو نہیں پڑھا۔ اگر تمہارا 160 بھی ہوا تو وہ متاثر ہوجائے گی۔''

''آپ یہ سب کیوں کررہی ہیں؟'' وہ سنجیدہ ہوا۔ ''ابھی آپ مجھے سیلون لے جائیں گی' پھر جم..... یہ سب کرکے آپ کو کیا ملے گا؟''

لمحے بھر کو میز پہ خاموشی چھا گئی۔ پھر داتن نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

''تالیہ کی زندگی میں صرف ایک آدمی تھا.....

سچ.....جو نہ اس کو جانتا تھا نہ اس سے محبت کرتا تھا۔ پھر دان فاتح آیا جو اسے جان کے بھول گیا مگر محبت نہ کر سکا۔ تم وہ پہلے انسان ہو جو اس کو جاننے کے باوجود اس کی محبت میں گرفتار ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تالیہ اس انسان کو ایک الوژن کے پیچھے کھو دے۔"

"او کے۔ ابھی سیلون کی اپائنٹمنٹ میں وقت ہے اس لیے آپ کو تھوڑا بریف کر دوں۔" وہ اپنا فون روشن کرنے لگا تو داتن نے اچنبھے سے ابرو اچکائے۔

"کس بارے میں؟"

"اوہو۔ اس آدمی کا فون چوری کر کے جو ڈیٹا ملا ہے... اس بارے میں۔"

"اوہ اچھا۔ وہ بورنگ کام۔" لیانہ صابری نے جمائی روکی۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ اس کا ساتھ تالیہ کے لیے دے رہی تھی، نہ کہ کسی وکیل کے فون کے راز پانے کے لیے۔ مگر چونکہ وہ نوجوان پرجوش سا اس کو بتا رہا تھا، تو وہ سنجیدہ شکل بنائے سننے لگی۔

"یہ اپنی فرم کا بہت قابل وکیل ہے اور اس کی ای میلز میں مجھے کچھ گروپ ای میلز ملی ہیں جو فرم کے دیگر وکلاء اور اس کے درمیان تھیں۔ میں نے تمام ای میلز کو شروع میں ہی ڈاؤن لوڈ کر لیا تھا کیونکہ اب تک وہ اپنا پاسورڈ بدل چکا ہے۔"

"اچھا کتنی ای میلز ہیں وہ؟"

"گزشتہ تین سال کی تقریباً ڈیڑھ لاکھ ورک ای میلز۔ اف ان کی زبان اتنی مشکل ہے کہ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا ان کے ساتھ کیا کروں۔ مگر ایک آئیڈیا ہے ذہن میں۔" وہ جیسے آئیڈیا بتانے میں متامل تھا۔

"ایک آئیڈیا میرے ذہن میں بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کھانا آ چکا ہے اس لیے ابھی بس اسے کھاتے ہیں۔" داتن ویٹرس کو کھانا لاتے دیکھ کے سیدھی ہو گئی۔ بوریت اور نیند دور بھاگنے لگی۔

لڑکی ٹرے لیے ان کے پاس آئی اور باری باری دونوں پلیٹرز ان کے سامنے رکھنے لگی۔ ایڈم پھر سے اس کے بازو کو دیکھنے لگا، البتہ ویٹرس نے اس سے نظر نہیں ملائی۔ وہ چلی گئی تو اس نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ چپ بیٹھا رہا۔

"فکر نہ کرو، بل میں دوں گی۔" داتن نے اس کا پلیٹر اس کے قریب کر کے یاد دلایا۔

"وہ اس کا شوہر ہو گا۔"

"کون؟"

"وہ جس نے اسے مارا ہے، وہ کوئی قریبی شخص ہو گا۔ یقیناً شوہر۔" وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہا تھا۔

لیانہ نے برا منہ بنا کے پہلے اسے دیکھا پھر اشتہا انگیز لذیذ کھانوں کو جو ان کے سامنے رکھے تھے۔

"ایڈم، دنیا میں ہر تیسری بیوی اپنے شوہر سے پٹتی ہے۔ ہم ان کا غم کھانے کے بعد بھی منا سکتے ہیں۔"

"داتن کوئی شوہر اپنی بیوی کو کیوں مارتا ہے؟" وہ سوچ میں گم بولا۔

"مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔" وہ اسٹیک کو چھری کانٹے سے کاٹ رہی تھی۔

"اونہوں۔ ایک ہی وجہ ہوتی ہے۔ ایسے مرد اپنی بیوی کو اپنے ذہن میں بنے کسی خاکے پہ فٹ کرنا چاہتے ہیں اور جب وہ اس خاکے پہ پوری نہیں اترتی تو وہ اس پہ یوں غصہ اتارتے ہیں۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"وہ اسے بدلنا چاہتے ہیں، یہ سمجھے بغیر کہ ہر انسان یونیک ہوتا ہے۔ وہ اپنے پارٹنر کے سانچوں پہ پورا نہیں اتر سکتا۔ یہ عورت اپنی پوری کوشش کر کے وہ بننا چاہ رہی ہو گی جو اس کا شوہر اسے دیکھنا چاہتا ہو گا.... لیکن ایک وقت آئے گا جب یہ تھک جائے گی۔ اس بے وقوف بیوی اور اس کے بے وقوف شوہر دونوں کو معلوم نہیں ہے کہ اچھی زندگی گزارنے کے لیے اپنے ساتھی کو بدلنا ضروری نہیں ہوتا۔"

"ایڈم؟" وہ ہاتھ روک کے اسے دیکھنے لگی۔ جو ایک دم کسی خواب سے جاگا ہوا نظر آتا تھا۔

"نہیں داتن۔ مجھے کسی سیلون، کسی ڈیزائنر کے پاس نہیں جانا۔ مجھے چے تالیہ کے لیے خود کو نہیں

بدلنا۔ جس ایڈم نے ان سے محبت کی تھی وہ یہ ایڈم ہے۔" سینے پہ انگلی سے دستک دی۔ "بدلا ہوا ایڈم معلوم نہیں ان سے محبت کرتا ہوگا یا نہیں؟ اونہوں۔" وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"ہر انسان یونیک اور الگ ہوتا ہے۔ خود کو نکھارنا اور گروم کرنا اچھی بات ہے لیکن کسی دوسرے انسان کے لیے؟ ہرگز نہیں۔ مجھے وان فاتح کا lesser version نہیں بننا۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا۔ مجھے......" اپنے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔ "مجھے ان ای میلز پہ کام کرنا ہے۔ آئیں کھانا شروع کرتے ہیں۔" اس نے ساری بات ہی ختم کر دی تھی۔

داتن دکھی دل سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔

☆☆☆

سوموار کی صبح وہ آفس میں تھی اور جب سے آئی تھی، اسٹافرز کے ساتھ بیٹھی قطار میں لگے کمپیوٹرز پہ کیمپین کے اعداد و شمار کا تجزیہ کر رہی تھی۔ ارد گرد پُرجوش اسٹافرز کا جمگھٹا لگا تھا اور بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دیتی تھیں۔

تبھی اشعر کا پیغام فون پہ جگمگایا۔ ایک ریستوران کا نام اور وہاں پہنچنے کی ہدایت کے ساتھ یہ بھی درج تھا کہ ادھر فاتح اور وہ اس کے منتظر ہیں۔

تالیہ نے سر اٹھا کے گھڑی دیکھی تو لنچ بریک قریب تھی۔ صبح سے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے کمر میں درد ہونے لگا تھا۔ جانے یہ غیر اعلانیہ لنچ اتنا ضروری کیوں ہو گیا تھا کہ الیکشن سے چار دن پہلے وہ لوگ اس میں وقت ضائع کر رہے تھے؟ کوفت سے سوچتی وہ نیچے آئی اور کیب بلالی۔

"مجھے ہر چیز یاد آ گئی ہے، ذوالکفلی۔ آپ بھی۔" کیب کی پچھلی نشست پہ بیٹھے اس نے ذوالکفلی کو فون ملا کے کان سے لگایا تو دیکھا، ڈرائیور نے چونک کے بیک ویو مرر میں اس کو دیکھا تھا۔ وہ سنبھلی اور کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے قدیم ملے میں کہنے لگی۔

"پچھلے دو دن سے مجھے سب یاد آ گیا ہے۔ میرا بچپن۔ ہم کیسے محل سے نکالے گئے تھے۔ اور پھر مراد راجہ کیسے راتوں کو چھپ کے پمبورو کے لوگوں سے ملتا تھا وغیرہ وغیرہ۔" وہ بے زاری سے کہہ رہی تھی۔

"جانتا ہوں۔ تمہاری بوتل خالی ہو چکی ہے، پتری تالیہ۔" وہ گہری سانس لے کر افسوس سے بولا۔

"میرے ماضی میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو مجھے حیران کرے۔ تمہارا کردار بھی مجھے الجھا نہیں سکا۔ سب کچھ میں جانتی ہی تھی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"یادیں عجیب چیز ہیں، پتری تالیہ۔ لوگ ان کو یاد کرنے سے نہیں ڈرتے۔ ان کے 'وار' سے خوف کھاتے ہیں۔ ماضی یاد آ جانا الگ چیز ہے، مگر کسی خاص موقع پہ اس یاد کا دل پہ حملہ آور ہو جانا بالکل الگ۔"

"واٹ ایور۔" اس نے سر جھٹک کے فون رکھ دیا۔ کیب منزل تک پہنچ چکی تھی۔

وہ ایک خوب صورت اور پُرتعیش ریستوران تھا جس کے بڑے سے ہال کی چھت اور اونچی تھی اور اس سے لٹکتے فانوسوں کے کرسٹلز دوپہر میں بھی چمک رہے تھے۔ دور دور تک پھیلی میزوں پہ امراء اور با اثر کاروباری حضرات لنچ کرتے دکھائی دیتے تھے۔ ایک میز پہ فاتح اور اشعر کے ساتھ عصرہ محمود بیٹھی دکھائی دے رہی تھی۔

تالیہ نے گہری سانس لی۔ (تو وہ ایک فیملی لنچ تھا؟ پھر اسے کیوں بلایا تھا؟ یقیناً یہ بھی مسز عصرہ کا آئیڈیا ہوگا۔)

وہ قریب آئی تو اشعر فوراً اپنی جگہ سے اٹھا ہی، مگر عصرہ نے دیکھا کہ وان فاتح بھی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اتنا بے نیاز انسان تھا کہ کم ہی کسی کے لیے اٹھتا تھا۔ تاہم عصرہ مسکراتی رہی۔ تالیہ کے سلام کا جواب بھی

اونچے سے دیا۔ میز گول تھی اور چاروں طرف ایک ایک کرسی رکھی تھی۔ عمرہ اور اشعر آمنے سامنے تھے اور تالیہ وان فاتح کی سیدھ میں بیٹھی تھی۔

چوکور مکمل تھا۔

''اس لنچ کی کوئی خاص وجہ ہے' سر؟'' اس نے نیپکین پھیلاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

''تم سب لوگ کیمپین میں اتنے مصروف ہو کہ ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھاتے۔'' فاتح سے پہلے عمرہ ہتھیلی پہ تھوڑی جمائے خوش دلی سے گویا ہوئی۔ ''میں نے زبردستی آج ان دونوں کو وقت نکالنے پہ مجبور کیا ہے۔ ان شاء اللہ اگلا ڈنر ہم فاتح کے جیتنے کی خوشی میں ساتھ کریں گے۔''

تالیہ نے اس کے سجے سنورے چہرے کو دیکھا اور مسکرائی۔ ''آپ کی پلاننگ کی داد دینی چاہیے مسز عمرہ۔ آپ تو وہ کر گزرتی ہیں جو ہمارے گمان میں ہی نہیں ہوتا۔''

عمرہ محمود کی مسکراہٹ برقرار رہی۔ سر پہ اسٹول اوڑھے' میک اپ اور نازک جیولری سے خود کو مزین کیے' وہ ٹھوڑی کو ہتھیلی کے پیالے پہ ٹکائے تالیہ کو دیکھتی رہی۔ اشعر البتہ کھنکھارا تو تالیہ نے نظریں اس کی طرف موڑیں۔

''الیکشن ابھی ہم نہیں جیتے لیکن سیلیبریٹ کرنے کے لیے ہمارے پاس ایک چیز ابھی بھی ہے۔'' وہ یوں دوستانہ لہجے میں بولا جیسے دونوں کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''اچھا۔ وہ کیا؟'' فاتح نے اس سے پوچھا۔ وہ آج گرے سوٹ میں ملبوس تھا، ایک گھنٹے بعد اسے کسی انٹرویو میں جانا تھا۔ البتہ باقی دونوں کی نسبت وہ ہشاش بشاش اور آرام دہ نظر آ رہا تھا۔

''جیسے تالیہ نے ادیب کا اسکینڈل جس طرح ہینڈل کیا اور ایمان کو جھوٹا ثابت کیا' وہ قابلِ تحسین ہے۔''

''حالانکہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔'' عمرہ کی مسکراتی گہری نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔ ''ہم سب

جانتے ہیں کہ ادیب کتنا غلط ——— اور بدکردار آدمی ہے۔"

"کاکا۔" اشعر نے تادیبی نظروں سے اسے گھورا۔ "ادیب کو پروٹیکٹ کرنا پارٹی کے لیے ضروری تھا۔"

"یہاں میڈیا کے کیمرے نہیں لگے ایش۔ ہم ایمان داری سے ایک معاملے کو ڈسکس کر رہے ہیں اور میں صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ ایمان کو غلط ثابت کر کے ہم نے ادیب جیسے مجرم کا ساتھ دیا ہے۔ ہے نا تالیہ؟"

ویٹر کھانے کی ٹرے لے آئے اور باری باری سرو کرنے لگے۔ ایسے میں تالیہ نے بڑے تحمل سے عصرہ کو دیکھا۔ "ادیب بن سوت کو ہم نے پارٹی سے نکال دیا ہے' مسز عصرہ۔"

"مگر عزت کے ساتھ۔ حالانکہ تم سب کو اس کے جرائم کا علم تھا مگر تم سب نے اس کا پردہ رکھا۔" مسکرا کے پلکیں جھپکا کے بولی تو تالیہ نے کچھ سخت کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ......

"تم جانتی ہو یہ witchhunt کی اصطلاح زبانِ زدِ عام کیسے ہوئی تھی؟" وان فاتح نے بھاپ اڑاتا پلیٹر اپنے سامنے کھسکاتے ہوئے کہا تو عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

"وچ ہنٹ؟"

"ہاں۔ جب انقلابی سوچ رکھنے والے لوگوں کو ناجائز الزام لگا لگا کے ٹارگٹ کیا جا رہا ہو تو کہتے ہیں نا' کہ یہ وچ ہنٹ ہے۔" اس نے نیپکین کھولا' اور اپنے گھٹنوں پہ پھیلایا۔ پھر پلیٹر سے اسٹیک کا ٹکڑا اٹھانے لگا۔

"یہ قدیم امریکہ کے Salem witch hunt کے قصوں سے ماخوذ اصطلاح ہے۔ جانتی ہو Salem میں کیا ہوا تھا؟"

عصرہ کو اس کی مداخلت اچھی نہیں لگی تھی' مگر ضبط سے سننے لگی۔ تالیہ بھی فاتح کو دیکھ رہی تھی اور اشعر...... وہ خاموشی سے باری باری آمنے سامنے بیٹھے باس اور چیف آف اسٹاف کے چہروں کو پڑھ رہا تھا۔

"Salem میں چھوٹی چھوٹی لڑکیوں نے ایک نیا کام شروع کیا تھا۔ وہ کسی بھی مرد کی طرف اشارہ کر کے کہتیں کہ یہ آدمی witch (جادوگر) ہے۔ جادو کرنا ان دنوں گناہ سمجھا جاتا تھا۔ جب پادریوں نے اس معاملے کو دیکھا تو کہا کہ خدا ان بچیوں کے ذریعے جادوگروں کی نشاندہی کر رہا ہے۔ وہ بچیاں' پادریوں کے ساتھ گھر گھر جاتیں اور جس کی طرف چاہے انگلی اٹھا دیتیں۔ وہ آدمی چیختا چلاتا کہ میں جادو نہیں جانتا مگر ان کا اعتبار نہ کیا جاتا......" وہ عصرہ کی آنکھوں میں دیکھ کے دھیرے دھیرے بتانے لگا۔ "ایسے معاملے کو وچ ہنٹ کہتے ہیں۔"

آخر میں اس کی ٹون قدرے سخت ہو گئی تھی اور عصرہ کی مسکراہٹ بالکل غائب ہو چکی تھی۔ اس نے بس سر جھٹکا' ایک قہر آلود نظر تالیہ پہ ڈالی اور اپنا کھانا پلیٹ میں نکالنے لگی۔ اشعر بھی بغور فاتح کو دیکھ رہا تھا جو تالیہ کا دفاع کر کے اب کھانے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

ماحول میں ایک دم تناؤ آ گیا تھا۔ چاروں خاموش تھے۔

دفعتاً تالیہ کھنکھاری۔

"سر! میں ابھی کیمپین کے اعداد و شمار کا جائزہ لے کر آ رہی ہوں۔"

"اچھا۔ اور؟" فاتح نے کانٹے سے مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔

"حاکی صاحب ہر روز کوئی نہ کوئی اسٹنٹ کر کے ویڈیو پبلک کر دیتے ہیں۔ اور ان کو کافی اٹینشن مل رہی ہے۔ ہم البتہ صرف آپ کی تقریروں اور دوٹرز سے رابطوں میں لگے ہیں۔"

"تو یہی کیا جاتا ہے نا انتخابی مہم میں۔ لوگوں سے ووٹ مانگے جاتے ہیں۔ تقریریں کی جاتی ہیں۔"

عصرہ تیز آواز کے ساتھ چھری کانٹے سے

...بک کاٹ رہی تھی۔ ماتھے پہ بل تھے اور چہرہ جھکا تھا۔ اشعر دونوں کو باری باری دیکھتا خاموشی سے کھا رہا تھا۔

''مگر سر...... ہمیں کچھ اور بھی کرنا چاہیے۔ کچھ ... کچھ حیران کن جو اکثریت کا فیصلہ ہمارے حق میں بدل دے۔ میں شام تک کچھ آئیڈیاز آپ کو بتاؤں گی جو......''

عصرہ نے زور سے کانٹا پلیٹ میں گرایا۔ سب اسے دیکھنے لگے۔

وہ مسکرائی اور معذرت خواہانہ انداز میں کندھے اچکائے۔

''سوری...... مجھے سیاست بور کرنے لگتی ہے۔ ہم کوئی اور بات بھی تو کر سکتے ہیں۔ جیسے......'' انگلی ...گال پہ آئی لٹ کو معصومیت سے پیچھے کیا۔ ''جیسے ...رے بچے...... جولیانہ بالخصوص جو تالیہ کو بہت پسند کرتی ہے۔ اس نے ایک دفعہ (فاتح کو دیکھ کے بتانے لگی) کوئی میجک ٹرک دکھائی تھی جولیانہ کو۔ وہ تب سے اس کی فین ہے۔ اس دن بولی کہ......''

بڑی اپنائیت سے بیویوں والے انداز میں شوہر کو بتا رہی تھی۔ وہ مسکرا کے سننے لگا۔

تالیہ کی نظریں اس کی کلائی پہ جھکیں۔ وہاں سنہری بریسلیٹ ابھی بھی موجود تھا۔ یہ اس اصلی بریسلیٹ کی نقل تھی۔ تالیہ کے لبوں پہ مسکراہٹ ابھر کے معدوم ہوئی۔

''آریانہ بھی مجھے بہت پسند کرتی تھی۔'' وہ ...رے سے بولی تو عصرہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''سر نے مجھے بتایا تھا کہ وہ میرا ایک ڈرامہ دیکھنے آئی تھی۔ اس میں میں نے تاشہ نامی ایک پری کا کردار کیا تھا اور آریانہ کو وہ بہت پسند آیا تھا۔'' عصرہ کی آنکھوں میں دیکھ کے بتایا۔ ''اسی لیے سر مجھے تاشہ کہتے ہیں کیونکہ آریانہ کو میرا یہی نام معلوم تھا۔''

''ہاں۔ اسے بہت پسند تھا وہ ڈرامہ... تاشہ کا پودا۔'' فاتح بھی مسکرا کے یاد کرنے لگا۔

''مگر تم دوبارہ اس شو میں نہیں گئیں۔ کیا اداکاری چھوڑ دی؟'' وہ عام سے انداز میں پوچھنے لگا تو عصرہ سراہنے والے انداز میں بولی۔

''اداکاری اتنی آسانی سے تھوڑی چھوٹتی ہے؟''

''درست کہہ رہی ہیں مسز عصرہ۔ ایک رول اس کے بعد بھی کیا تھا میں نے جو یادگار تھا۔'' وہ مسکرا کے بتانے لگی۔

''اچھا۔ کون سا رول؟''

تالیہ نے کانٹے سے مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھا اور اسے چبانے کے بعد مزے سے بولی۔

''ایک شہزادی کا کردار جو ملاکہ سلطنت کے ایک بنداہارا کی بیٹی تھی۔ بنداہارا اس کی شادی زبردستی ایک بگڑے امیر زادے سے کروانا چاہتا تھا مگر چونکہ شہزادی کو اپنے باپ سے نفرت تھی تو وہ ایک غلام سے......''

اور وقت پل بھر کو ٹھہر گیا۔

سارے حساب کتاب الٹے ہو گئے۔

سارے لمحے گھڑی کی سوئیاں تھام کے رک گئے۔

تالیہ مراد کے دل میں درد کی لہر اٹھی۔ اس کا سانس رکا۔

مچھلی کا ٹکڑا حلق میں پھنسا۔

وہ ہلکا سا کھانسی۔ پھر بند مٹھی دل پہ رکھی۔

''کیا ہوا؟''

''تم ٹھیک ہو تاشہ؟''

آوازیں.... فکرمندہ چہرے.... اسے وہ سب دھندلے سے نظر آئے۔ اور پھر اپنی آواز کسی کنویں سے آتی سنائی دی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

سرورق کی شخصیت

ماڈل ...... فرینہ اعجاز
میک اپ ...... روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی ...... موسیٰ رضا